ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
23 تا 29 اگست 2001ء

☆ مسلمانوں پر عالم کفر کی یلغار (اداریہ)
☆ گلوبلائزیشن آف امریکن کلچر (مکتوب شکاگو)
☆ قرآن اور جہاد: عظمت رفتہ کی پکار (دین و دانش)

ہوئی دین و دنیا میں جس دم جدائی

ہماری موجودہ ذلت اور پستی کا بڑا سبب قرآن مجید کی تعلیمات کے برخلاف دین و دنیا کی علیحدگی ہے جس کی وجہ سے نہ تو ہم روحانی ترقی کر سکتے ہیں اور نہ مادی۔ اگر ہمارا روحانی طبقہ اس بات کو سمجھ لے کہ قرآن کا یہ حکم ہے کہ مسلمان پوری دنیاوی طاقت حاصل کریں، تو وہ اپنے اوقات مسلمانوں کو دنیا میں مضبوط اور قوی بنانے میں صرف کریں گے جیسا کہ قرونِ اولیٰ کے بہترین مسلمانوں نے کیا تھا، اور جس کی وجہ سے مسلمانوں کی ترقی کا آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اگر ہمارا دنیاوی طبقہ بھی اس حقیقت کو مدنظر رکھے کہ دوسرے مسلمانوں کی طرح دین و مذہب کے ساتھ ان کا بھی پورا تعلق ہے، اور وہ فی الواقع دینی و مذہبی بن جائے تو پھر اس صحیح دینی جذبے کے نتیجے میں ان میں اس قسم کا جذبۂ ایثار اور قربانی پیدا ہوگا جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں پیدا ہوا تھا، جس کی جھلک بعض مذہبی مسلمانوں میں نظر آتی ہے جو دین و مذہب کے لئے ہر چیز نثار کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے ہیں۔ جب ان میں یہ ایثار و قربانی کے جذبات پیدا ہو جائیں گے تو پھر ان کے قومی ترقی کے تمام کام جن کی تاکید خود قرآن مجید کرتا ہے، سرسبز و جاندار ہو جائیں گے اور وہ قوم میں حقیقی زندگی اور قوت کی روح پھونک سکیں گے جس کے بغیر نہ صرف یہ کہ ہمارا سارا قومی نظام درہم برہم ہو رہا ہے بلکہ ہماری تحریکیں بھی موت کے جراثیم اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوتی ہیں۔

جو لوگ مسلمانوں کی دنیاوی ترقی چاہتے ہیں، وہ دین و مذہب کی طرف اس وجہ سے بھی مائل نہیں ہوتے کہ بعض مذہبی لوگوں نے غلط طور پر یہ باتیں مشہور کر رکھی ہیں کہ مسلمانوں کو دنیاوی ترقی نہیں کرنی چاہئے، مسلمانوں کو دنیا سے کچھ واسطہ نہ رکھنا چاہئے، دنیاوی ترقی تو کفار کا حصہ ہے وغیرہ۔ جس وقت ان خیالات کی قطعی تردید ہو جائے گی اور قرآن کی تعلیم اپنے اصلی رنگ میں پیش ہوگی تو مسلمانوں کی دنیاوی ترقی چاہنے والا طبقہ بھی بہت جلد دین و مذہب کی طرف مائل ہوگا، کیونکہ قرآن کی تعلیم کا خلاصہ ہے انتہائی روحانی ترقی جو کہ زینہ ہے دنیاوی ترقی کا۔ چنانچہ بہترین صحابہ انتہائی روحانی ترقی کے ساتھ فاتح، گورنر اور تاجر بھی تھے۔ مسلمانوں کے دینی اور دنیوی تنزل کا پورا علاج یہی ہے کہ مسلمانوں کے دونوں طبقوں کو اپنے اپنے فرائض کا پورا احساس ہو اور وہ قرآن مجید کی صحیح تعلیم پر عمل کریں اور دین و دنیا کو علیحدہ نہ کریں۔ چونکہ قرآن مجید کی تعلیم کو پس پشت ڈالنے اور اس سے صحیح طریقے سے استفادہ نہ کرنے کی وجہ سے موجودہ تباہی نازل ہوئی ہے اس لئے ہمیں اس بارے میں احتیاط سے کام لینا چاہئے کہ قرآن مجید کی تعلیم صحیح طریقے سے شائع ہو۔

(مولوی انیس احمد کی کتاب ''انوار القرآن'' سے اقتباس)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرہ (۳۱)

﴿الَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِیۡثَاقِهٖ ۪ وَیَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ یُّوۡصَلَ وَیُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ۝﴾ (آیت : ۲۷)

''وہ لوگ جو اللہ سے کئے گئے عہد کو توڑ دیتے ہیں' اور اس چیز کو قطع کرتے ہیں جسے اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں تو (حقیقت میں) یہی لوگ خسارے میں رہنے والے ہیں۔''

اس آیت میں فسق اور فاسق کی مکمل تعریف بیان کر دی گئی ہے۔ اللہ کے عہد سے مراد اس کا وہ مستقل فرمان ہے جس کی رو سے تمام نوع انسانی صرف اسی کی بندگی' اطاعت اور پرستش کرنے پر مامور ہے۔ عربی محاورے میں اس فرمان یا ہدایت کو جو بادشاہ اپنے ملازمین اور رعایا کے نام جاری کرتا ہے' عہد سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی تعمیل واجب ہوتی ہے۔ یہاں عہد کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ انسان کی پہلی تخلیق صرف ارواح کی شکل میں تھی اور اسی وقت ''اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ؟ قَالُوۡا بَلٰی'' کے ذریعے قول و قرار طے پا گیا تھا۔ اس کے بعد ارواح کو سلا دیا گیا گویا کہ ان پر ایک طرح کی موت طاری ہو گئی۔ پھر جب رحم مادر میں جنین چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو عالم ارواح سے اس کی روح لا کر اس میں ڈال دی جاتی ہے جس سے انسان کی تخلیق مکمل ہو جاتی ہے۔ یہاں اسی عہد الست کے حوالے سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ لوگ جو عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر کے آئے تھے' ان میں سے فاسق لوگ دنیا میں اس پابندی سے انکار کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ مزید یہ کہ ایسے لوگ ان تعلقات اور روابط پر تیشہ چلاتے ہیں جن کے قیام اور استحکام پر انسان کی انفرادی و اجتماعی فلاح کا انحصار ہے۔ آیت کے اس مختصر سے حصے میں اس قدر وسعت ہے کہ یہ انسانی تمدن و اخلاق کی پوری دنیا کے لئے' جو دو آدمیوں کے تعلق سے لے کر عالم گیر بین الاقوامی تعلقات تک پھیلی ہوئی ہے' کفایت کرتا ہے۔ اس کا اطلاق حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں پر کیا جا سکتا ہے۔ ایسے لوگ ایک طرف تو حقوق العباد کی جڑ یعنی رحمی رشتوں کا پاس و لحاظ نہیں کرتے اور دوسری جانب عبادت اور خیر کے ایسے جملہ امور سے اعراض کرتے ہیں جو حقوق العباد کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں۔ روابط کو کاٹنے کے حوالے سے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اس سے انسانی رشتوں کا محض انقطاع ہی مراد نہیں ہے بلکہ تعلقات کی صحیح اور جائز صورتوں کے سوا جو بھی طریقے اختیار کئے جائیں وہ سب اسی ذیل میں آئیں گے' کیونکہ ناجائز اور غلط میل ملاپ کا انجام بھی وہی ہوتا ہے جو قطع روابط کا یعنی بین الانسانی معاملات کی خرابی اور نظام اخلاق و تمدن کی بربادی!

انسان جب ایک جانب اللہ تعالیٰ سے کئے گئے اپنے عہد کو توڑتا ہے اور دوسری طرف انسانوں سے اپنے تعلق کو کاٹتا یا اس میں کسی قسم کا بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ فساد کی صورت میں نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور انسانوں سے دشمنی فتنہ اور بربادی ہی کو جنم دیتی ہے۔ ایک فاسق شخص اپنی ان نامعقول حرکات کے سبب اسلام کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا البتہ اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اور دنیا اور آخرت میں سراسر نقصان اٹھاتا ہے۔

چوہدری رحمت اللہ بٹر

بندۂ مومن کے چار اوصاف

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ عَمۡرِو بۡنِ الۡعَاصِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اَرۡبَعٌ اِذَا کُنَّ فِیۡکَ فَلَا عَلَیۡکَ مَا فَاتَکَ مِنَ الدُّنۡیَا حِفۡظُ اَمَانَةٍ وَصِدۡقُ حَدِیۡثٍ وَحُسۡنُ خَلِیۡقَةٍ وَعِفَّةٌ فِیۡ طُهۡرٍ)) [رواہ احمد]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار اوصاف اگر تم میں ہیں تو تمہیں دنیا کے نہ ملنے کا غم نہ کرنا چاہئے: امانت کی پاس داری' بات کی سچائی' اخلاق کا حسن اور رزق حلال''۔

نبی اکرم ﷺ نے کتنے کم الفاظ میں ان سب اوصاف کا ذکر کر دیا جو ایک بندہ مومن میں پیدا ہونے چاہئیں اور جن کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ بندہ مومن کے لئے ان چیزوں کا ہونا ہی اس کی کامیابی ہے کیونکہ جس میں امانت داری نہیں اس کے ایمان کی نفی نبی اکرم ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے اور صدق مقال یعنی سچ بولنا تو بندہ مومن کا وہ وصف ہے کہ جس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ مومن بخیل ہو سکتا ہے' ڈرپوک ہو سکتا ہے لیکن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ ایمان کا حاصل بھی خلق حسن ہی ہے کہ مومن اصل میں امن دینے والے کو ہی کہتے ہیں اور رزق حلال کے بغیر تو عبادت کی قبولیت کا کوئی تصور ہی نہیں ہے اور انہی چار صفات کی ضد نفاق کی علامات ہیں جو گویا ایمان کے سلب ہونے کی تصدیق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر بندہ مومن کو ان اوصاف کے پیدا کرنے اور ان پر زندگی گزارنے کی توفیق دے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

جلد 10 شمارہ 31

23 تا 29 اگست 2001ء

(۲ تا ۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر : حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

زرتعاون (اندورن پاکستان) :
سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے

سالانہ زرتعاون (بیرون پاکستان):
☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)
☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزا ایوب بیگ

مسلمانوں پر عالم کفر کی یلغار

ریڈیو تہران نے امریکہ کے سرکاری ذرائع کے حوالہ سے خبر دی ہے کہ امریکی فوجیوں کے ایک گروپ نے تاجکستان میں ڈیرے ڈال لیے ہیں۔ ریڈیو کے مطابق امریکی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ فوجیوں کا یہ گروپ اس تجویز کا جائزہ لے گا کہ طالبان کی قیادت اور اسامہ پر حملہ کیا جائے۔ خبر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے پہلے امریکہ نے پاکستان سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اسے طالبان پر حملہ کے لئے اڈہ مہیا کرے لیکن پاکستان نے امریکہ کا یہ مطالبہ مسترد کر دیا۔ دشمن ملک کی قیادت کو نشانہ بنا کر قتل کرنے کا سلسلہ امریکہ ہی نے شروع کیا تھا اور چند سال پہلے لیبیا کے صدر معمر قذافی کی رہائش گاہ پر فضائی حملہ کیا تھا جس سے صدر قذافی خود تو بچ گئے تھے لیکن ان کی شیر خوار بچی ہلاک ہو گئی تھی۔ دشمن کے خاص اور اہم افراد کو نشانہ بنا کر قتل کرنے کا یہ طریقہ اب اسرائیلی حکومت نے پوری منصوبہ بندی سے شروع کیا ہوا ہے اور وہ فلسطینیوں میں سے ہاکس (Hawks) کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ ایک خبر یہ بھی ہے کہ اسرائیلی کمانڈوز بھارتی فوجیوں کی مدد کے لئے مقبوضہ کشمیر پہنچ چکے ہیں۔ وہ کشمیر کی آزادی کی جنگ لڑنے والے مجاہدین کو کچلنے کے لئے بھارتی افواج کی مدد بھی کریں گے اور ان کی تربیت بھی کریں گے۔ بھارت کے وزیر داخلہ ایل کے ایڈوانی کا یہ بیان بھی اخبارات میں شائع ہو چکا ہے کہ حکومت ان تمام فوجیوں کو جن سے کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا ارتکاب ہوا ہے عام معافی دینے کی ایک تجویز پر غور کر رہی ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ اس موقع پر عام معافی کے اعلان کا تعلق صرف ماضی سے نہیں ہو گا بلکہ اصل مقصد یہ نظر آتا ہے کہ آنے والے وقت میں کشمیر میں ظلم وتشدد کو انتہا تک پہنچانے کے لئے فوجیوں کو کھلی چھٹی دی جائے۔

کشمیر اور فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جس طرح مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عالم کفر مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکا ہے اور ان پر ایک کاری اور فیصلہ کن ضرب لگانے کے لئے پر تول رہا ہے۔ وہ مسلمانوں کے انتشار اور گروہ بندیوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ عالم کفر کے اس اتحاد کی قیادت امریکہ' اسرائیل اور بھارت کر رہے ہیں۔ گزشتہ ماہ کے واقعات ہی پر ایک نظر ڈال لی جائے تو واضح ہو جائے گا کہ عالم کفر نے کس منصوبہ بندی کے ساتھ مسلمانوں پر ظلم وتشدد میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔ وہ ارضِ مقدس سے فلسطینیوں کا صفایا کرنا چاہتا ہے۔ وہ اکیسویں صدی میں عسکری سٹریٹجی کے لحاظ سے انتہائی اہم حیثیت اختیار کرنے والے کشمیر سے مسلمانوں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس افغانستان کو تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہے جہاں سے اسلام کے اثرات پوری دنیا میں پھیلنے کا امکان پیدا ہو رہا ہے۔ اسلام کے یہ دشمن اپنے طور پر جدید ترین اور تباہ کن جنگی اہلیت اور بے پناہ مالی وسائل رکھنے کے باوجود اپنی قوت کو یکجا کر رہے ہیں۔ وہ فکری سطح پر سوچ و بچار میں ہم آہنگی پیدا کر رہے ہیں اور عملی جدوجہد میں کندھے سے کندھا ملائے آگے بڑھ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی وقت میں ایل کے ایڈوانی بھارت سے للکار رہے ہیں کہ وہ کشمیر پر اپنا ناجائز تسلط قائم رکھنے کے لئے کشمیریوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دیں گے' مشرق وسطیٰ میں شیرون فلسطینیوں کی بستیوں کو ملبے کے ڈھیر میں تبدیل کر رہے ہیں اور نشانہ باندھ کر مخصوص افراد کو قتل کر رہے ہیں اور اب امریکہ تاجکستان کے راستے اپنی فوج امارتِ اسلامیہ افغانستان کے بارڈر پر لے آیا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ مسلمان ممالک خصوصاً ان کی قیادت یہ سب کچھ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے لیکن ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔ بلکہ اسی امریکہ سے اپنے ذاتی اقتدار اور اس کے استحکام کے لئے بھیک مانگ رہی ہے۔ او آئی سی کے نام سے ایک نمائشی ادارہ بنا لیا گیا ہے جو کبھی کبھار یا معینہ وقت پر محض ایک get-together کر لیتا ہے۔ کروڑوں ڈالر اس نشست و برخاست پر صرف ہو جاتے ہیں اور چند زبانی قراردادوں کے علاوہ کچھ حاصل وصول نہیں ہو پاتا' بلکہ شرم ناک اور ذلت آمیز بات یہ ہے کہ in-camera ہونے والی گفتگوؤں کو امریکہ بہادر کے دربار میں پہنچا کر بعض سربراہان مملکت

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

قرآن اور جہاد: عظمت رفتہ کی پکار

فردوسی فارم سادھوکی میں تنظیم اسلامی پنجاب و آزاد کشمیر کے علاقائی اجتماع (۲۳ تا ۲۵ فروری ۲۰۰۱ء) کے دوسرے دن امیر تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی ایک تحریر "قرآن و جہاد" کا مطالعہ کروایا۔ ذیل کا مضمون اسی کے خلاصے پر مبنی ہے

ابتدائے اسلام میں دین کی بنیادی حقیقتیں صرف دو تھیں۔ ایک قرآن مجید جس کی پہلی وحی کے ساتھ فریضۂ رسالت محمدی ﷺ کا آغاز ہوا اور جسے نبی کریم ﷺ کی کامیاب انقلابی جدوجہد کے لئے آلۂ انقلاب کی حیثیت حاصل ہے۔ بقول مولانا الطاف حسین حالی

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

اور دوسری جہاد فی سبیل اللہ جس کا آغاز بھی پہلی وحی کے ساتھ ہی ہوا اور آپؐ نے یہ پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچانے کی جدوجہد شروع کی اور ہجرت کے بعد اس کا آخری مرحلہ فرضیت قتال بھی آیا جس میں آپؐ اور صحابہ کرامؓ فتح یا شہادت کے یقین کامل کے ساتھ مسلح ہو کر میدان بدر میں اترے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن مجید کی پرتاثیر آیات ہی تھیں جنہوں نے غافل انسانوں کو خواب خرگوش سے جگایا۔ چنانچہ ﴿وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ﴾ "زمانے کی قسم کہ یقیناً انسان خسارے میں ہے" (العصر) اور ﴿اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ o حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ "غفلت میں رکھا تم کو مال و دولت کی کثرت نے یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں" (التکاثر) کی چونکا دینے والی آوازوں نے پورے عرب میں ہلچل مچادی۔ بقول حالی

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

پھر یہ اسی قرآن مجید کی روشن آیات تھیں جنہوں نے ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ﴾ "وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کریں" (الصف) کے مصداق انسانیت کو شرک، گمراہی، الحاد، مادہ پرستی، قوم پرستی، تکبر، حسد اور تعصب کے ہیبت ناک اندھیروں سے نکال کر ایمان اور یقین کامل کی روشنی سے آراستہ کیا۔

قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی تعلیم و تربیت سے صحابہ کرامؓ کو ایک طرف عرفان الٰہی اور محبت خداوندی سے روشناس ہونے کا موقع ملا اور دوسری طرف دنیا اور اس کی رونقیں ان کی نگاہوں میں مکھی و مچھر کے پر سے بھی کمتر ہو گئیں اور وہ دینی تعلیمات کو عملی سانچے میں ڈھال کر اخروی زندگی کی کامیابیوں کی طرف گامزن ہو گئے۔

پھر یہ قرآن مجید ہی تھا جو ﴿مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ "تمہارے رب کی طرف سے نصیحت بھی بن کر آیا" اور ﴿شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ﴾ "سینوں کے لئے شفا" کا ذریعہ بھی۔ چنانچہ اس کے ذریعے لوگوں کا ظاہری و باطنی تزکیہ بھی ہوا۔ پھر اسی کے ذریعہ سے آپؐ نے لوگوں کو آخرت سے ڈرایا اور اسی کے ذریعہ سے جنت کی خوشخبری سنائی۔ تبلیغ، نصیحت، تربیت، ہدایت اور تعلیم الغرض نبی کریمؐ کا پورا عمل دعوت و اصلاح قرآن مجید کا عملی نمونہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب)

"بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے"۔

پھر قرآن مجید میں چار مقامات پر بتایا گیا ہے کہ آپ کا ہر عمل اول و آخر خود قرآن مجید ہے۔

﴿یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ﴾ (الجمعة)

"وہ سناتے ہیں انہیں اس کی آیات اور تزکیہ کرتے ہیں ان کا اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں"۔

یہ قرآن مجید کی تاثیر اور نبی کریم ﷺ کی شخصیت ہی تھی جس نے صحابہؓ کے دلوں میں ایمان پیدا کر دیا۔ توحید، رسالت اور آخرت کے پختہ یقین سے ان کی زندگی کا رنگ بدلا۔ اس سے ان کے عقائد، افکار، نظریات، تصورات، عزائم، خیالات، اخلاق اور اعمال بدل گئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا پورا نقشہ بدل گیا۔

تبدیلی اگر حقیقی و واقعی ہو تو لازماً تصادم اور کشمکش کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ کی زندگی میں جہاد کا ولولۂ تازہ پیدا ہوا۔ اس کشمکش کا اولین ظہور انسان کی اپنی شخصیت میں ہوتا ہے اور سیرت و کردار کی تعمیر سے ایک نئی شخصیت وجود میں آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد بالنفس کو افضل جہاد قرار دیا گیا ہے اور ہجرت سے قبل یہی جہاد جاری رہا حتیٰ کہ مدنی زندگی میں جہاد بالسیف سے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا جن میں آپؐ بنفس نفیس میدان کارزار میں اترے یہاں تک کہ اسلام کو غالب دین کی حیثیت سے تسلیم کرلیا گیا۔

پھر قرآن مجید کا یہ ابدی پیغام صرف اہل عرب کے لئے محدود نہ تھا بلکہ تمام دنیا کے انسان اس کے مخاطب تھے۔ لہٰذا عرب کے باہر عجم میں بھی دعوت اسلام کو فروغ حاصل ہوا کیونکہ قرآن مجید کی سورۃ القمر میں چار مرتبہ دہرایا گیا ہے کہ ﴿وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ﴾ "بلاشبہ ہم نے قرآن عظیم کو نصیحت و یاددہانی کیلئے آسان کیا پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا"۔ غرض قرآن مجید کا نزول پوری انسانیت کے لئے تھا اس لئے ہدایت کو عوامی سطح پر رکھا گیا کہ عام آدمی معمولی غور وفکر سے کم از کم ہدایت تک رسائی حاصل کر سکے اور سورۃ الفاتحہ کے ذریعہ سے ہدایت کی دعا کو ہر نماز کا حصہ بنا دیا گیا۔

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾

"اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا"۔

اس طرح قرآن مجید اور جہاد فی سبیل اللہ سے مضبوط تعلق کی بنیاد پر مرد مومن کی شخصیت کا جو تصور ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے ایک ہاتھ میں قرآن مجید اور دوسرے ہاتھ میں تلوار یا کلاشنکوف کی قوت کا ہونا ضروری ہے تا کہ برائی کا خاتمہ اور نیکی کو فروغ ہو سکے۔ علامہ اقبال کا ترانہ ملی اسی کی تصویر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے ؎

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ اور خلافت راشدہ کے دوران غلبۂ اسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرآن مجید اور جہاد فی سبیل اللہ سے مضبوط تعلق کی وجہ سے تھا اور بعد کے دور میں جب اسلام نے مملکت و سلطنت کی صورت اختیار کرلی اور مسلمانوں کے پاس مال و دولت اور سرمائے کے انبار لگ گئے جس سے انہوں نے آرام و سکون اور سہولیات و آسائشات کو اپنا لیا تو قرآن مجید اور جہاد سے ان کا تعلق کمزور ہوتا گیا۔ بقول شاعر مشرق ؎

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

پھر اسی وجہ سے مسلمان ذلیل و خوار ہوئے اور غیر مسلم قوتیں مسلمانوں کے مقابلے میں طاقتور ہو گئیں۔

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

اس طرح مسلمانوں پر دور زوال آیا جس میں مسلمانوں کے ہاں اصل زور ایمان کے بجائے قانونی اسلام پر، یقین کامل کے بجائے زبانی اقرار و شہادت پر اور باطن کے بجائے ظاہر پر ہو گیا اور ساتھ ہی مسلمانوں کی توجہ قرآن مجید کی بجائے دیگر علوم نحو، لغت، فلسفہ، منطق اور فقہ پر مرکوز ہو گئی اور قرآن مجید جو کتاب ہدایت اور مکمل نظام حیات کا مظہر تھا، صرف تلاوت اور ایصال ثواب تک محدود ہو گیا۔ پھر مساجد اور مدارس کی تعداد بڑھتی گئی۔ مجالس اور تقریبات کا آغاز تلاوت سے ہونے لگا لیکن عمل اس کے برعکس رہا۔

مسجدوں میں رونقیں
مکتب میں بچے صف بصف
درس قرآن ہر طرف
حکم قرآن برطرف

جب کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مسلمانوں کے عروج و زوال کا ترازو قرآن مجید ہوگا۔

جب مسلمان زندگی کے ہر معاملے میں قرآن سے راہنمائی حاصل کریں گے تو متحد ہو کر دنیا پر چھا جائیں گے اور اگر عمل سے انحراف کریں گے تو تفرقہ کا شکار ہو کر ذلیل ہوں گے۔ اس کی ترجمانی علامہ اقبال نے یوں کی ہے:

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ انداز مسلمانی ہے
حیدری فقر ہے نے دولت عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

آج مسلمان بحیثیت مجموعی انتشار و افتراق کا شکار ہیں۔ اس کا علاج صرف قرآن مجید کی تعلیمات میں مضمر ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو''۔ (سورۂ آل عمران)

علامہ اقبال نے ''جواب شکوہ'' میں اسے اس طرح پیش کیا ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں!
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

اور پھر خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ؐ نے امت مسلمہ کے روشن ستاروں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

''اے لوگو! میں تمہارے لئے دو چیزیں اللہ کی کتاب اور اپنا طریقہ چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم انہیں اپنائے رکھو گے، گمراہ نہیں ہو گے''۔

اسی طرح سورۂ حج کے آخری رکوع میں فرمایا گیا ہے کہ

''اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اس قرآن سے پہلے اور اس میں بھی تا کہ پیغمبر تم پر گواہ ہو جائے اور تم تمام لوگوں کے گواہ بن جاؤ''

قرآن مجید کی اس آیت کی رو سے ہمیں اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرنا چاہئے اور یہی شناخت کا سبب ہونا چاہئے اور قرآن مجید، حدیث نبوی اور سیرت محمدی کے عملی پیروکار بننا چاہئے، تبھی ہم دنیا و آخرت کی کامیابی کے مستحق بن سکتے ہیں۔

قرآن مجید کو نظر انداز کر کے مسلمان ذلیل و رسوا ہوئے ہیں تو اسی طرح کا معاملہ جہاد کے ساتھ بھی ہوا۔ مسلمانوں کی ساری توجہ محض ارکان اسلام، نکاح، طلاق اور جنازہ کے مسائل تک محدود ہو گئی۔ گویا جہاد پر ظلم قرآن سے بھی بڑھ کر ہوا، اس لئے کہ قرآن مجید مصادر قانون کے اصول اربعہ میں تو شامل تھا جبکہ جہاد نہ صرف ارکان اسلام میں شامل نہیں بلکہ نظام فقہ میں بھی اس کی حیثیت صرف ''فرض کفایہ'' کی سی باقی رہ گئی ہے۔ ساتھ ہی جہاد کے مسخ شدہ تصور نے معاشرے میں قبول عام حاصل کیا، جس سے جہاد بالنفس سے مراد صرف اوراد و وظائف اور ریاضت و چلہ کشی لی گئی جبکہ اس کا حقیقی تصور انسانی شخصیت کو ہر طرح کی برائیوں سے پاک کر کے نیکی کے راستے پر چلانا تھا۔ اسی طرح جہاد بالسیف کو قتال و جنگ کے ہم معنی قرار دے کر اس کا مقصد مملکت کی سرحدوں کا تحفظ و دفاع اور توسیع قرار پایا اور اس کے حقیقی تصور ''غلبہ دین'' کو صرف اضافی نیکی کا درجہ دیا گیا۔

آج اکیسویں صدی میں تیزی سے بدلتے ہوئے حالات میں قرآن مجید اور عربی زبان کا اس قدر علم حاصل کرنا کہ انسان قرآن مجید کا رواں ترجمہ از خود سمجھ سکے اور تلاوت کرتے ہوئے بغیر متن سے نظر ہٹائے اس کے سرسری مفہوم سے آگاہ ہوتا چلا جائے، ہر پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ مسلمان کے لئے فرض عین کا درجہ رکھتا ہے اور میرا خیال ہے کہ ایک ایسا مسلمان جس نے کچھ بھی پڑھا لکھا ہو کجا یہ کہ غیر ملکی زبان تک سیکھی ہو، بی اے اور ایم اے پاس کیا ہو، ڈاکٹری اور انجینئرنگ جیسے مشکل علوم و فنون حاصل کئے ہوں وہ اتنی سی عربی بھی نہ سیکھ سکنے پر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کیا عذر پیش کر سکے گا جس سے وہ اس کے کلام پاک کا فہم حاصل کر سکتا۔

اسی طرف علامہ اقبال نے بھی ہمیں توجہ دلائی تھی کہ عرب کے معاشرے میں جہاں علم و نیکی کا چلن نہ تھا، کس قدر حیرت انگیز طور پر قرآن و جہاد سے مضبوط تعلق کی بنیاد پر نبی اکرم ؐ اور ان کے ساتھی کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟
نوع انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟
میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟
تھے تو آبا وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے اب پھر اسلام کی حقیقی تعلیمات کی طرف لوٹ کر آنے کی ضرورت ہے اور عمل پر ابھارنے کی ضرورت ہے اور عمل کی بنیاد پر دوبارہ عروج آدم خاکی کی طرف لوٹ کر جایا جا سکتا ہے۔ بقول اقبال۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

(عبدالباسط فاروقی، لیکچرار)

بقیہ: گوشۂ خلافت

دو دور بیت چکے ہیں، جن کا ذکر سورہ بنی اسرائیل کے آغاز میں ان الفاظ میں موجود ہے۔ ﴿وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝﴾ ''اور صاف کہہ سنایا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں کہ تم خرابی کرو گے ملک میں دو بار اور سرکشی کرو گے بڑی سرکشی''۔ چنانچہ پہلے آشوریوں کے ہاتھوں بنی اسرائیل کا قلع قمع کر دیا گیا۔ اس کے بعد کلدانیوں نے انہیں تباہی سے دوچار کیا۔ حضرت عیسیٰ ؑ سے چھ سو سال پہلے بخت نصر نے یروشلم کے اندر چھ لاکھ انسان قتل کئے اور اتنے ہی قیدی بنا لئے، یہاں تک کہ ہیکل سلیمانی کو بھی گرا کر برابر کر دیا۔ بعد ازاں حضرت عزیر ؑ کے ذریعے ان کو توبہ کی توفیق ملی۔ تب یہ بابل کی اسیری سے نکل سکے۔ اس کے بعد وہ یروشلم آئے اور ہیکل سلیمانی از سر نو تعمیر کیا۔ یہ ان کا دوسرا دور عروج ہے۔ مگر پھر وہ لہو و لعب، عیش و عشرت اور بدمستی میں مصروف ہو گئے اور احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دیا۔ اس کے نتیجہ میں اول یونانیوں کے ہاتھوں، پھر رومیوں کے ذریعے گرفتار عذاب ہوئے۔ ۷۰ء میں ٹائیٹس رومی نے ایک ہی دن میں ایک لاکھ تینتیس ہزار یہودیوں کو تہ تیغ کیا اور باقی کو جلاوطن کیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت میں بیت المقدس فتح ہوا تو خلیفہ نے اسے ''کھلا شہر'' قرار دے دیا۔ چنانچہ ساڑھے پانچ سو سال کے بعد یہودیوں کو بیت المقدس میں داخلے کی اجازت ملی۔

غلبہ دین حق کی جدوجہد (2)

(آغاز سے انجام تک مراحل)

محمد یونس جنجوعہ

آپؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد خلافت راشدہ کے دور میں جہاں امن وامان کو فروغ ملا وہاں اسلامی ریاست کی سرحدیں جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر ہزاروں میل دور تک پھیل گئیں اور اسلام کا غلبہ روز افزوں ہوا۔ مگر خلافت راشدہ ہی کے آخری سالوں میں یہ پیش رفت بحال نہ رہ سکی اور خود مسلمان طرح طرح کی سازشوں کا شکار ہو کر آپس کی خوں ریز جنگوں میں الجھ گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین اسلام کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کا کام رک گیا اور ابھی لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ کا مقصد عظیم حاصل نہ ہو سکا تھا کہ امت مسلمہ کا زوال شروع ہو گیا۔ الگ الگ اسلامی

امت مسلمہ اپنے مقصد میں ناکامی پر عذاب الٰہی کی مستحق ٹھہرتی ہے

ریاستیں وجود میں آ گئیں' ایمان کی کیفیت کمزور ہوتی گئی اور اب صورت حال یہاں تک پہنچ گئی کہ اس وقت دنیا میں کوئی ایسی ریاست موجود نہیں جہاں دین حق کا غلبہ ہو اور اسلامی شریعت پر مکمل طور پر عمل ہو رہا ہو۔

حضور اکرم ﷺ کے اس دنیائے فانی سے تشریف لے جانے کے بعد چودہ صدیاں گزر گئیں مگر اس کرہ ارضی پر دین غالب نہ ہو سکا۔ اب جب کہ امت مسلمہ بتدریج رو بہ زوال ہے اور حالات بد سے بدتر ہو گئے ہیں' کس طرح امید کی جا سکتی ہے کہ کرہ ارضی پر اسلام کا مکمل نفاذ ہو سکے گا؟ یقیناً یہ ایک اہم اور قابل غور سوال ہے جسے سرسری طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ان ناگفتہ حالات اور مایوس کن صورت حال کے باوجود امت مسلمہ غلبہ دین حق سے ناامید نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صادق ومصدوق اللہ کے رسول ﷺ اس بارے میں پختہ خبر دے گئے ہیں۔ ہاں اگر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس ضمن میں کوئی حتمی بات نہ ہوتی تو ان حالات میں کرہ ارضی پر نظام اسلام کے نفاذ کے متعلق کسی طرح کی امید ہرگز نہ رکھی جا سکتی تھی۔ مسند احمد بن حنبلؒ کی روایت جس کے راوی حضرت مقدادؓ بن الاسود ہیں' کے مطابق:

"زمین کی پشت پر نہ کوئی اینٹ گارے کا گھر باقی رہے گا نہ کمبلوں سے بنا ہوا کوئی خیمہ جس کے اندر اللہ اسلام کا کلمہ داخل نہ فرما دے' عزت دار کی عزت کے ساتھ یا مغلوبیت پسند کی مغلوبیت کے ساتھ۔ یا تو اللہ ان کو اس کلمہ کے ذریعے عزت دے گا تو وہ خود اس کلمہ کے حامل بن جائیں گے یا وہ ان کو مغلوب کر دے گا تو وہ اس کے مطیع اور تابع بن جائیں گے"۔

راوی حدیث (حضرت مقدادؓ) کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے دل میں) کہا تب وہ بات پوری ہو جائے گی کہ "دین کل کا کل اللہ کے لئے ہو جائے"۔

اس کے علاوہ صحیح مسلم کی روایت جس کے راوی حضرت ثوبانؓ ہیں' اس طرح ہے:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سکیڑ دیا (یا لپیٹ دیا) تو میں نے زمین کے سارے مشرق اور مغرب دیکھ لئے اور (سن لو) میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہو کر رہے گی جو مجھے زمین سکیڑ کر دکھائے گئے ہیں"۔ (مسلم' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

حضور اکرم ﷺ کے فرمودہ ان الفاظ میں کسی طرح کا ابہام نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے

وقوع قیامت سے قبل کرہ ارضی پر دین اسلام غالب ہو کر رہے گا

کہ وقوع قیامت سے قبل کرہ ارضی پر دین اسلام کا غلبہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے جسے بہر حال ہو کر رہنا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ کام معجزانہ طور پر نہیں ہوگا بلکہ افراد امت کے ہاتھوں ہی انجام پائے گا جس طرح کہ ابتداء میں یہ کام حضور ﷺ اور آپؐ کے جاں نثار صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے دور میں ہوا۔ ظاہر ہے کہ وہاں بھی یہ کام انسانی جدوجہد کے نتیجے میں ہوا۔ قربانیاں دینی پڑیں' بڑے بڑوں کے ساتھ ٹکر لینی پڑی' قیصر وکسریٰ جیسی سپر پاورز کے ساتھ پنجہ آزمائی کا حوصلہ فراہم کرنا پڑا۔ اور اب بھی یہ کام اسی انداز میں امت مسلمہ کے افراد کے ہاتھوں ہوگا اور ضرور ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر ہر دور میں اس ضمن میں جدوجہد ہوتی رہی ہے اگرچہ وہ بار آور نہ ہوئی۔ مگر یہ ناکامیاں امت کے لئے حوصلہ شکن نہیں بلکہ ہمت افزا ہیں کیونکہ اس راہ میں کی جانے والی ہر کوشش سعی مشکور کا درجہ رکھتی ہے۔

بنی اسرائیل کی ذلت ورسوائی

قرآن مجید میں سابقہ امتوں کے عبرت آموز حالات درج ہیں جن سے سنت اللہ کا پتہ چلتا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو طرح طرح کے حالات میں آزماتا ہے اور پھر بدچلنی کے نتیجے میں ان پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے۔ یہ عذاب کبھی تو العذاب الاکبر ہوتا ہے۔ اسے عذاب استیصال بھی کہتے ہیں یعنی ایسا عذاب جو نام ونشان مٹا ڈالے۔ یہ عذاب ان قوموں پر آتا ہے جن کی طرف کسی رسول کو

اقامتِ دین کے لئے کی جانے والی ہر کوشش سعی مشکور کا درجہ رکھتی ہے

مبعوث کیا گیا ہو مگر انہوں نے بحیثیت مجموعی رسول کی دعوت کو ٹھکرا دیا ہو۔ چنانچہ قوم نوحؑ' قوم صالحؑ' قوم ہودؑ' قوم شعیبؑ اور آل فرعون اسی عذاب استیصال سے دوچار ہوئیں۔ دوسرا عذاب اس سے کمتر درجے کا ہوتا ہے اور یہ مسلمان امت کے اس گناہ کا نتیجہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کتاب الٰہی کے حامل اور علوم نبوت کے وارث ہونے کے باوجود پیغام حق لوگوں تک پہنچانے میں کوتاہی کی اور اس طرح اپنے مقصد (یعنی دین حق کا عالم گیر غلبہ) کو پورا کرنے میں ناکام رہی۔ اللہ کی زمین پر اللہ پر ایمان رکھنے والی یہ مسلم قوم اپنے ہی عقیدہ کے خلاف بدعملی میں مصروف ہو جاتی ہے۔ پس یہ امت بھی مجرم ٹھہرتی اور عذاب الٰہی کی مستحق بن جاتی ہے اور دنیا میں کسی قدر ادنیٰ لوگوں کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہو کر نشان عبرت بنتی ہے۔

امت محمدؐ سے پہلے بنی اسرائیل امت مسلمہ تھے جنہوں نے اللہ کے احکام کو پس پشت ڈالا اور قہر الٰہی کے مستحق ہو گئے۔ بنی اسرائیل پر عذاب استیصال تو وارد نہ ہوا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان پر عروج کے دو دور اور زوال کے

(باقی صفحہ ۵ پر)

گلوبلائزیشن آف امریکن کلچر

رعنا ہاشم خان

مذہب' لباس' زبان' معاشرت' تہوار اور طعام کے مجموعے کو کلچر یا تہذیب کہتے ہیں۔ ایک اچھے مسلمان کو' خواہ وہ دنیا کے کسی بھی گوشے میں رہتا ہو' اصولاً کسی بھی کلچر سے متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ گلوبلائزیشن جسے امریکا نائزیشن کہنا قطعاً بے جا نہ ہوگا ابھی تک صرف اکنامک گلوبلائزیشن تک ہی محدود تھی لیکن اب اس کا دائرہ کلچرل گلوبلائزیشن تک وسیع ہوگیا ہے۔ امریکی دانشور یہ کہتے نہیں تھکتے کہ گلوبل کلچر دنیا کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنا دے گا۔ یہ گلوبل کلچر پورا کا پورا امریکن کلچر ہے۔ یہ دراصل امریکن پراپیگنڈا ہے جو بے شمار ذرائع استعمال کر کے پوری دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بجا فرماتے ہیں کہ ''پوری انسانیت پر مادہ پرست تہذیب کا غلبہ ہے۔ عالمی سطح پر اباحیت، عریانی اور فحاشی نے ایک آرٹ کی حیثیت اختیار کر لی ہے اور ''کلچر'' کے نام سے اس کا فروغ ہو رہا ہے۔ یہ پوری دنیا کا رخ ہے جبکہ اسلام بالکل دوسرے رخ پر انسانیت کو لے جانا چاہتا ہے۔''

اباحیت' عریانی اور فحاشی نے عالمی سطح پر ایک آرٹ کی حیثیت اختیار کر لی ہے

پوری دنیا میں اس وقت امریکن کلچر شیطان بن کر مسلط ہے۔ نوجوانوں کی اکثریت امریکن جینز اور ایسی ٹی شرٹس پہنتی ہے جن پر امریکہ کے تعلیمی اداروں اور مصنوعات کے پیغامات درج ہوتے ہیں۔ بڑی عمر کے خواتین و حضرات تھیٹر میں امریکن مووِیز اور ٹی وی پر امریکن شوز دیکھتے ہیں۔ بچوں اور بڑوں میں ہم نے ایسے لباس یکساں طور پر مقبول دیکھے ہیں جن پر امریکی پرچم بنا ہوا ہو لیکن آج تک کوئی ایسا امریکی دیکھنے میں نہیں آیا جو امریکہ کے علاوہ کسی دوسرے ملک کے پرچم کو شرفِ لباس بخشے۔ امریکن کلچر آج تھیٹر، فاسٹ فوڈ اور ورلڈ پالیسی کے ذریعے جنگل کی آگ کی طرح چہار سو پھیل چکا ہے اور ہم مسلمان جن کو یقیناً ایسی معاشرت سے خود کو دور رکھنا چاہئے اس سلسلے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے ہی میں تمام توانائیاں ضائع کر رہے ہیں۔ افسوس کہ ہم بہ رضا و رغبت اپنے آپ کو امریکن کلچر کے حوالے کر چکے ہیں۔ بڑا ہو یا چھوٹا ہر شخص ہر چیز پر امریکن لیبل ہی پسند کرتا ہے۔ جس کو دیکھو اس پر گلوبل یپی (Global Yuppie) بننے کی دھن سوار ہے۔ یہ لوگوں کی ایسی قسم ہے جو بے تکے امریکن فیشن اپناتے ہیں۔ پاکستان میں جنون گروپ اور امریکہ میں مائیکل جیکسن اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو واقعتاً اپنی اہمیت و وقعت کھو چکے ہوتے ہیں۔ گو کہ یہ تعداد میں بہت زیادہ نہیں لیکن پھر بھی معاشرے کے لئے رستے ہوئے ناسور کی مانند تکلیف کا باعث ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی کئی اچھے گھرانوں کے نوجوان اپنے خاندانوں کی عزت کو بٹہ لگا چکے ہیں۔ امریکن راک میوزک پر تھرکنے والے دراصل اپنی شیطانی ذہنیت اور ابلیسی خواہشات کا چلتا پھرتا اشتہار ہوتے ہیں۔ ایونجیلیکل پروٹسٹنٹ چرچ (Evangelical Protestant Church) کا یہ مشن ہے کہ پوری دنیا کو ایک انٹرنیشنل کلچر کے پھندے میں گرفتار کرا دیا جائے جو کہ درحقیقت امریکن کلچر ہے۔ لیکن چرچ کا یہ مشن وہیں پھل پھول پاتا ہے جہاں اس کے لئے اسلام کا خطرہ موجود نہ ہو۔ شیطان کا کام ہی بہکانا' پھسلانا' غلط مشورے دینا اور جھوٹے وعدے کرنا ہے۔ کمزور اور ضعیف الاعتقاد لوگ شیطان کے پھندوں میں پھنس جاتے ہیں لیکن جو لوگ اللہ کی بندگی پر ثابت قدم رہتے ہیں وہ شیطان کے قابو میں نہیں آتے۔ چرچ کی ان مذموم کارروائیوں کے ضمن میں بعض اسلامی تنظیموں کے ساتھ ساتھ کئی ممالک نے بھی امریکہ پر کڑی نکتہ چینی کی ہے کہ امریکہ چرچ کے ساتھ ملوث ہو کر پوری دنیا میں اپنی اقدار و ثقافت کے پھیلاؤ میں مصروف ہے۔ امریکن کلچر کو' جو کہ عام طور سے پاپولر کلچر کہلاتا ہے ٹوکیو' سنگاپور' نیویارک اور لندن کی کئی ملٹی نیشنل کمپنیاں ورلڈ وائڈ فروغ دے کر کروڑوں ڈالر کا سرمایہ بنا رہی ہیں۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ اس پاپولر کلچر کے نتیجے میں فیشن شوز، کیٹ واک اور ڈریس ڈیزائننگ دیگر کئی اسلامی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی جنون کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ یہ ڈریس ڈیزائنر مغربی اقدار کو اپنا کر اور انہیں ہر خاص و عام تک پہنچا کر نہ صرف امریکن کلچر کے ایجنٹ ہونے کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں بلکہ معاشرے میں عریانی و فحاشی کے پھیلاؤ میں بھی انتہائی مثبت کردار ادا کر رہے ہیں۔ جبکہ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ: ''جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں فحاشی پھیلے' ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک سزا ہے'' (النور: ۱۹)۔ اسلام کے خلاف مشرکوں کے حملوں سے یہ ایجنٹ اپنی ایمانی کمزوری کے ہاتھوں پسپا ہو کر اس قسم کا راگ الاپتے نظر آتے ہیں کہ اسلامی اقدار مغربی اقدار سے خاص مختلف نہیں ہیں۔ اس قسم کے معذرت خواہانہ انداز سے یہ لوگ مشرکوں کے ارادوں کو تقویت پہنچانے کا باعث بن رہے ہیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ اس کو امریکن کلچر کے لیول پر قطعی نہیں رکھا جا سکتا۔ ایک مسلمان کو مشرکانہ عزائم کے سامنے پسپائی اختیار کرنے کے بجائے جارحانہ انداز اختیار کرنا چاہئے۔ آج کل پاکستانی خواتین کے لباس میں یہ پاپولر کلچر واضح طور پر نظر آ رہا ہے۔ نہ صرف پاکستان بلکہ اب امریکہ میں بھی جگہ جگہ پاکستانی بوتیک موجود ہیں۔ اس ضمن میں لاہور کا فورٹریس سٹیڈیم اور کراچی کا زمزمہ' امریکن کلچر اور مشرقی اقدار کو ہم آہنگ کر کے ملبوسات بنانے اور فروخت کرنے میں مکمل طور پر دنیا کے فیشن میپ پر آ چکے ہیں۔ ''فیشن'' کی اصطلاح زیادہ پرانی نہیں ہے۔ ۱۹۸۰ء سے یہ لفظ کتابوں' حواسوں اور لباسوں پر مسلط ہے۔ یوں تو یہ لفظ اپنے اندر کئی معنی رکھتا ہے لیکن امریکن کلچر میں بطورِ خاص لباس کے حوالے سے مستعمل ہے۔ اسی لئے ایسے تمام افراد جو لباس کی تراش خراش اور رنگوں کے ''اِن'' اور ''آؤٹ'' ہونے کے خبط میں مبتلا ہوتے ہیں فیشن ایبل کے لقب سے نوازے جاتے ہیں۔

امریکن کلچر کو گلوبل کلچر قرار دے کر پوری دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے

آج کے ہائی ٹیکنالوجی دور میں امریکن کلچر دراصل ایڈورٹائزنگ' سیل' تخلیق اور مظاہرے کا مجموعہ بن کر فیشن شوز کی شکل میں ایک قبیح روایت ڈالنے کا باعث بن چکا ہے۔ چنانچہ انٹرنیٹ' کیٹلاگ' ری ٹیل کمپنیاں اور پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا بے حیائی کے اس سیلاب میں انسانیت کو بہائے لئے چلا جا رہا ہے۔ مغرب کی اندھی تقلید میں آج

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

سنکیانگ میں جہاد کے نام پر امریکی سرگرمیاں

عامر ملک

امریکہ کے ٹی وی چینلز دیکھیں یا نیویارک ٹائمز کو پڑھیں، گزشتہ ایک دہائی سے مقبوضہ جموں وکشمیر میں جاری فوجی جبر وتشدد کے معاملے میں بے پروا بلکہ خوشگوار نظر آتے ہیں۔ جنونی قاتل ایرل شیرون (اسرائیلی وزیراعظم) کے وہ حمایتی ہیں کہ فلسطینیوں پر مذاکرات کی نوازش کرنے سے پہلے وہ جتنے فلسطینیوں کو قتل کرنا چاہتا ہے، کر لے اور فلسطینیوں کا جتنا علاقہ چاہتا ہے اس پر قبضہ کر لے۔ ان لوگوں کو کرہ ارض پر مسلمانوں سے کسی قسم کی کوئی ہمدردی نہیں ہے مگر مسلمانوں کے لئے ان کے دلوں میں پائی جانے والی نفرت سے بظاہر ایک خطہ کے مسلمان مستثنیٰ ہیں اور وہ ہیں ''سنکیانگ کے مسلمان''۔

سنکیانگ چین کی انتہائی مغربی خودمختار جمہوریہ ہے اور اس میں زیادہ آبادی یغور مسلمانوں کی ہے۔ امریکہ کے ٹی وی چینلز اور اخبارات میں سنکیانگ کو خوب نشر وتشہیر دی جا رہی ہے۔ دنیا بھر کو بتایا جا رہا ہے کہ چین کے زیر تسلط مسلم اکثریت کس بے چینی سے رہ رہی ہے۔ کس قدر حیران کن بات ہے کہ جن لوگوں نے غیر مقدس ''اسلامی دہشت گردی'' کے خلاف DON QUIXOTE انداز کی مقدس جنگ شروع کر رکھی ہے وہ جہاد افغانستان کے مماثل ایک اور جہاد کے لئے مجاہدین بھرتی کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس بار وہ یہ جہاد سنکیانگ میں کرنا چاہتے ہیں۔

پاکستان میں امریکی سفارت خانہ سے جن لوگوں کے نہایت قریبی تعلقات ہیں انہوں نے پاکستان بھر کی جہادی تنظیموں سے رابطے کئے ہیں اور سنکیانگ میں ''مسلم چھاپہ مار تحریک'' کے لئے امداد مانگی ہے مگر انہیں مایوس کن جواب ملا ہے۔ افغان جہاد کے اس حلیف کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کو کوئی بھی تیار نہیں۔ جہادی تنظیموں کا ردعمل بڑا واضح تھا: ''نہیں، نہیں بہت بہت شکریہ''۔ جن جہادی تنظیموں سے رابطہ کیا گیا ان میں سے ایک حرکۃ المجاہدین بھی تھی۔ یہ تنظیم ان ۲۹ غیر ملکی دہشت گرد تنظیموں (Foreign Terrorist Organisations) کی فہرست میں شامل ہے جنہیں امریکہ نے دہشت گرد ڈیکلیئر کیا ہوا ہے۔ امریکی قانون کے تحت دہشت گرد قرار دی گئی کسی بھی تنظیم کو فنڈز فراہم کرنا یا کوئی اور مادی امداد دینا غیر قانونی ہے۔ ایسی کسی بھی تنظیم کے نمائندوں اور اس کی خاص ارکان کو ویزا دینے سے بھی انکار کیا جا سکتا ہے اور اگر امریکہ کے اندر ہوں تو انہیں امریکہ سے نکالا بھی جا سکتا ہے۔ امریکہ کے فنانشل ادارے FTOs قرار دی گئی تنظیموں اور ان کے ایجنٹوں کے فنڈز روکنے کے پابند ہوتے ہیں اور انہیں محکمہ مالیات کو بھی لازماً رپورٹ کرنا ہوتی ہے۔ مگر سنکیانگ کے معاملے میں امریکہ کے اپنے ایجنٹ ایک FTO کے ساتھ غیر قانونی معاملات کرتے رہے اور انہوں نے سنکیانگ میں تخریبی سرگرمیوں کے لئے افراد بھی بھرتی کرنے کی کوشش کی۔

> امریکی خفیہ اداروں نے ایک جعلی ویڈیو فلم میں چینی حکومت اور فوج کو سنکیانگ میں مسلمانوں پر ظلم کرتے ہوئے دکھایا ہے

حرکۃ المجاہدین کے اندرونی ذرائع نے راقم سے تصدیق کی کہ سنکیانگ میں مجاہدین فراہم کرنے کے لئے امریکیوں اور ان کے پاکستانی دوستوں نے ان سے رابطہ کیا۔ حرکۃ المجاہدین کے ان ذرائع نے ان لوگوں کے نام ظاہر کرنا نہ چاہا جنہوں نے ان سے رابطہ کیا تھا۔ ان میں کچھ صحافی بھی تھے۔ ان میں ایک افغان اور وسطی ایشیا کے امور کا ماہر مانا جاتا ہے۔ تاہم حرکۃ المجاہدین کے ایک اعلیٰ سطحی رکن نے بتایا: ''ہم نے آنے والوں کو صاف کہا کہ ہم چین کو مسلم دنیا کا ایک اچھا دوست تصور کرتے ہیں۔ جو سوچ وہ کر آئے تھے اسے ٹھکرا دیا کیونکہ یہ پاکستان اور افغانستان کے ساتھ چین کے تعلقات خراب کرنے کی گھٹیا اور بھونڈی کوشش تھی۔'' اس نے مزید کہا کہ پاکستانیوں اور افغانوں کو سنکیانگ میں ملوث کر کے امریکہ اسامہ بن لادن کو زندہ یا مردہ حاصل کرنے کے لئے چین کی حمایت بھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

چند ہفتے قبل بی بی سی کا نمائندہ پاکستان کے ایک اہم صحافی حامد میر کے پاس آیا اور اس سے درخواست کی کہ اسے ایسے مجاہدین سے ملائے جو سنکیانگ موومنٹ میں ملوث ہیں۔ وہ ان سے انٹرویو کرنا چاہتا تھا۔ حامد میر نے کہا کہ وہ ایسے کسی فرد کو نہیں جانتا۔ حامد میر نے مزید کہا کہ وہ انجینئر احمد شاہ مسعود سے رابطہ کی کوشش کرے کیونکہ اسے یقین ہے مسعود سنکیانگ میں ملوث ہے۔

انجینئر احمد شاہ مسعود کا شمالی اتحاد فی الحقیقت کئی نوجوانوں کو تربیت دے کر سنکیانگ میں تخریبی کارروائیوں کے لئے بھیج رہا ہے تاکہ اس کا الزام طالبان اور پاکستانی مجاہدین پر لگے۔ ان نوجوانوں کی تربیت پر بھارت کی خفیہ ایجنسی ''را'' اور اس کی حلیف اسرائیلی ایجنسی ''موساد'' مقرر ہے۔ بی بی سی کا نمائندہ کئی دینی مدارس میں بھی گیا تاکہ وہ معلوم کر سکے کہ آیا ان میں سے کوئی چین مخالف چھاپہ مار تحریک میں دلچسپی رکھتا ہے یا ملوث ہے۔ بعض امریکیوں نے غیر ملکی صحافیوں کے بھیس میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا بھی دورہ کیا اور مولانا سمیع الحق کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ وہ سنکیانگ میں آزادی کی تحریک کی حمایت کریں یا کم از کم وہاں چینی ظلم وجبر کے خلاف آواز تو بلند کریں۔ مولانا صاحب نے صاف انکار کر دیا اور کہا: ''ہم چین کو اپنا پرانا اور قابل اعتماد دوست سمجھتے ہیں۔''

> امریکہ نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے مسلم گوریلا موومنٹ کے نام سے ایک تنظیم بنائی ہے

۸ جولائی کی لاہور سے نیوز ایجنسی آن لائن کی خبر ہے کہ چین کے صوبہ سنکیانگ میں ''جہاد'' شروع کروانے کے لئے امریکی حساس اداروں کے اہل کاروں نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دی ہیں اور پاکستان کی جہادی تنظیموں کی جانب سے کورا جواب ملنے پر امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے اور ایف بی آئی نے افغانستان میں طالبان کے ساتھ لڑائی میں مصروف شمالی اتحاد کے راہنماؤں کے ساتھ رابطے شروع کر دیئے ہیں۔ انتہائی ذمہ دار ذرائع کے مطابق امریکی خفیہ اداروں نے ایک جعلی ویڈیو فلم تیار کی ہے جس میں چینی حکومت اور فوج کو سنکیانگ میں چینی مسلمانوں پر مظالم کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ ذرائع نے بتایا ہے کہ امریکی حساس اداروں نے اسامہ بن لادن کے حوالے سے ایسی ہی ایک خودساختہ ویڈیو فلم پچھلے دنوں جاری کی تھی جس میں

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

تعلیمی بورڈ میں جوابی کاپیوں کی جانچ کا نیا طریق کار —— ایک جائزہ

محمد یونس جنجوعہ' اسسٹنٹ پروفیسر (ریٹائرڈ)

تعلیمی بورڈ نے امیدواروں کی جوابی کاپیاں جانچنے کے طریق کار میں تبدیلی کی ہے۔ اس سے قبل جوابی کاپیوں کے بنڈل ممتحن صاحبان کو گھروں پر پہنچائے جاتے تھے۔ ممتحن کو چار سو کاپیاں جانچنے کے لئے بیس دن کا وقت دیا جاتا تھا۔ ہر ممتحن ۱۵ کاپیاں جانچ کر آزمائشی قسط کے طور پر صدر ممتحن کو بھیجتا۔ وہ ان کو بغور دیکھ کر اور مناسب تبدیلیاں کر کے نئی ہدایات کے ساتھ ممتحن کو واپس ارسال کرتا۔ پھر ممتحن صدر ممتحن کی ہدایات کے مطابق تمام کاپیاں جانچ کر صدر ممتحن کو واپس بھیج دیتا' جہاں صدر ممتحن کا معاون ان سب کاپیوں کے میزان چیک کرتا۔ یہ بھی دیکھتا کہ کوئی سوال جانچے بغیر تو نہیں رہ گیا۔ کسی سوال کے نمبر کاپی کے اندر کچھ اور باہر کچھ اور تو نہیں۔ نیز ممتحن کی تیار کردہ ایوارڈ لسٹ کو بھی چیک کرتا کہ اس میں کوئی اندراج غلط تو نہیں ہو گیا۔ پھر صدر ممتحن خود مقررہ فیصد کاپیاں دوبارہ چیک کرتا۔ اس طرح پائی جانے والی اغلاط کی درستی کے لئے ممتحن سے رابطہ کیا جاتا اور ممتحن پھر وہ کاپیاں یا ایوارڈ اصلاح کے بعد واپس بھیجتا۔ اس طرح ڈاک کا خرچہ بھی ہوتا اور وقت بھی کافی لگ جاتا' نتیجتاً امتحانی نتائج کی تیاری میں کئی ماہ صرف ہو جاتے اور طلبہ کا بہت سا وقت نتائج کے انتظار میں ضائع ہو جاتا۔

اس نظام کی اصلاح کرتے ہوئے اب نیا طریق کار اپنایا گیا ہے جس میں ممتحنین' صدر ممتحنین اور ان کے معاونین کو بورڈ کی وسیع' کشادہ اور ہوادار نو تعمیر شدہ عمارت میں بلایا جاتا ہے۔ ممتحنین وہیں سے کاپیاں وصول کرتے ہیں' وہیں اپنی آزمائشی قسط صدر ممتحن کے سپرد کر کے اس سے واپس حاصل کر لیتے ہیں اور کاپیوں کی جانچ کا کام شروع کر دیتے ہیں۔ وہیں صدر ممتحن کا معاون موجود ہوتا ہے۔ ممتحنین کاپیاں جانچ کر اس کے سپرد کرتے ہیں۔ وہ کاپیوں کو دیکھتا' ان پر دستخط ثبت کرتا اور اسی وقت ممتحن کو واپس کر دیتا ہے۔ ممتحنین ایوارڈ لسٹیں تیار کر کے بورڈ کے عملے کے ارکان کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اس طرح بہت ہی قلیل مدت میں نتیجہ تیار ہو جاتا ہے۔ گویا یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہوئی کہ طلبہ کو نتیجہ کے انتظار میں لمبی مدت تک بیکار نہیں رہنا پڑتا۔

مناسب یہ تھا کہ سابقہ نظام کی خرابیاں دور کر کے مطلوبہ مقصد حاصل کیا جاتا مگر ہوا یہ کہ ایک بہت بڑی تبدیلی عمل میں لائی گئی جس سے وقت کی بچت تو ہوئی لیکن جانچ کا معیار بری طرح متاثر ہوا۔ اس بات کا جائزہ لینے کے لئے آیئے نئے نظام کو ایک نظر دیکھیں۔

جانچ کا کام شروع ہونے سے ایک دن قبل ممتحنین اور صدر ممتحنین کی میٹنگ ہوتی ہے۔ اس میں پہلے سے تیار شدہ ہدایات کا کاغذ ممتحنین کو تھما دیا جاتا ہے اور بس۔ بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی صدر ممتحن اپنے ممتحنین کو تیار شدہ ہدایات کے علاوہ بھی کوئی راہنما اصول دے۔ چنانچہ یہ دن صرف حاضری کا دن ہوتا ہے۔ اگلے دن کام شروع ہوتا ہے تو ہر صدر ممتحن کو آٹھ دس نائب ممتحن ملتے ہیں' جو آزمائشی قسط کے پندرہ پندرہ پرچے دیکھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور کچھ وقت کے بعد اسی دن ممتحنین کی طرف سے آزمائشی قسط کی سوا سو یا ڈیڑھ سو کاپیاں صدر ممتحنین کے پاس پہنچ جاتی ہیں۔ ان کاپیوں کو صدر ممتحن نے ایک طرح سے دوبارہ چیک کرنا ہوتا ہے اور سارے ممتحنین کی جانچ کے معیار میں یکسانیت قائم رکھنے کے لئے ہر ایک کو فرداً فرداً ہدایات دینا ہوتی ہیں۔ اسی لئے آزمائشی قسط کی کاپیاں جانچنے کے عوض صدر ممتحن کو پورا معاوضہ دیا جاتا ہے۔ جانچ کا کام شروع ہونے کے پہلے دن ممتحن ڈیڑھ دو گھنٹوں میں آزمائشی قسط تیار کر کے صدر ممتحن کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ اب عملاً یہ محال ہے کہ سوا سو یا ڈیڑھ سو کاپیوں کو صدر ممتحن اسی دن سنجیدگی کے ساتھ چیک کر کے ممتحنین کو فرداً فرداً ہدایات دے۔ لہٰذا وہ عموماً کاپیوں پر ایک نظر ڈالتا اور دستخط کر کے فارغ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسے آج یہ کام بہرحال نپٹانا ہوتا ہے کیونکہ اگر اس نے آج کا کام ہی مکمل نہ کیا تو کل تو کام اور زیادہ جمع ہو جائے گا۔ اسی طرح صدر ممتحن کے معاون کے لئے بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ ممتحنین کی طرف سے دھڑا دھڑ ملنے والی کاپیوں کو بنظر غائر دیکھ سکے اور ممتحن سے سرزد ہونے والی اغلاط کو تلاش کر سکے۔ اس طرح ماحول بڑا خوشگوار رہتا ہے کیونکہ ممتحن کی اغلاط نہ تو صدر ممتحن پکڑ سکتا ہے اور نہ ہی معاون۔ لہٰذا ممتحن اپنے کئے ہوئے کام سے خود بخود ہی مطمئن رہتے ہیں اور صدر ممتحن اور معاون کے سامنے انہیں کسی طرح کی سبکی بھی نہیں ہوتی اور کام بھی بروقت ختم ہو جاتا ہے۔

سب سے بڑی خرابی اس طریق کار میں یہ ہے کہ ہر ممتحن یہ چاہتا ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ کاپیاں چیک

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لئے طالبانِ علم سے درخواستیں مطلوب ہیں:

سیشن 02-2001ء کے داخلے کا شیڈول ان شاء اللہ حسبِ ذیل ہوگا:

- داخلہ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 26 اگست 2001ء ہے۔
- داخلہ کے لئے انٹرویو 31/اگست 2001ء کو قرآن اکیڈمی میں لاہور میں ہوں گے۔ (شرکاء کی سہولت کے پیش نظر داخلہ فارم بروقت جمع نہ کرانے والوں کو براہِ راست انٹرویو میں شریک کیا جا سکے گا)
- کورس کا باقاعدہ آغاز یکم ستمبر 2001ء سے ہو جائے گا۔ پہلے روز تعارفی نوعیت کی کلاس ہوگی' باقاعدہ تدریس کا آغاز ان شاء اللہ سوموار 3 ستمبر 2001ء سے ہوگا۔
- واضح رہے کہ یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

رابطہ: ناظم ایک سالہ کورس' 36۔ ماڈل ٹاؤن' لاہور (فون: 5869501-03)

کرنے کو ملیں۔ لہٰذا اکثر و بیشتر وہ اس کوشش میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی تو بورڈ کے اہل کار از خود بھی زیادہ سے زیادہ کاپیاں ممتحن کے سپرد کرتے ہیں تاکہ کام کم سے کم مدت میں مکمل ہو جائے اور وہ شاباش کے مستحق قرار پائیں۔ مگر اس انداز سے کام کے معیار پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے اور سارا کام انتہائی تیزی اور جلدی میں ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ عجلت میں کام کا معیار تو برقرار نہیں رہ سکتا۔ اس تیزی کے اثرات کا جائزہ لینا ہو تو بورڈ کے ان اہل کاروں سے رابطہ کیا جا سکتا ہے جو دوبارہ جانچ کے لئے پیش کئے جانے والے کیس نپٹاتے ہیں اور ان بے انصافیوں کو دیکھتے ہیں جو ان کے سامنے آتی ہیں۔ جن امیدواروں کو اس جلد بازی سے فائدہ پہنچ گیا وہ تو خوش ہو گئے۔ مگر جن کے ساتھ بے انصافی ہوئی' وہ تو مارے گئے۔ اب ان متاثرین میں سے ایک قلیل تعداد بورڈ کی مقررہ فیس ادا کر کے اپنے پرچے نکلواتی ہے تو اکثر و بیشتر کی شکایت جائز ہوتی ہے۔ اگرچہ قواعد کے مطابق دوبارہ پرچہ چیک کروانے کی صورت میں یہ بات سرے سے قابل غور ہی نہیں ہوتی کہ چیک کئے ہوئے سوال کو ممتحن نے مناسب نمبر دیئے ہیں یا نہیں۔ مثلاً اگر بیس نمبر کا ایک سوال ہے جس کا جواب امیدوار نے بالکل صحیح لکھا ہے مگر ممتحن نے اسے صرف تین نمبر دیئے ہیں تو ایسی صورت میں بورڈ کی طرف سے امیدوار کی اس شکایت کو کوئی وزن نہیں دیا جاتا کہ اسے کم نمبر دیئے گئے ہیں۔ صرف میزان کی غلطی یا جانچے بغیر رہ جانے والے سوالوں کو اصلاح کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس صورت حال کی اصلاح نہ کی گئی تو یہ امیدواروں کے ساتھ سخت ناانصافی ہوگی۔ پرانے اور نئے طریق کار کا جائزہ لینے کے بعد مندرجہ ذیل تجاویز پر عمل در آمد نئے نظام کی خامیوں کو درست کر کے طلبہ کو حق تلفی سے بچا سکتا ہے۔

۱) ایک ممتحن کو ہر روز ۲۵ پرچے دیئے جائیں' اس سے زائد ہرگز نہیں تاکہ وہ انہیں اطمینان سے چیک کر سکے۔

۲) آزمائشی قسط زیادہ سے زیادہ دس پرچوں پر مشتمل ہو کیونکہ صدر ممتحن اتنی تعداد میں ایک ممتحن کے پرچے دیکھ کر اندازہ کر سکتا ہے کہ اس کا جانچ کا معیار کیسا ہے۔

۳) صدر ممتحن کی ہر روز حاضری ضروری ہو اور وہ زیادہ دیر بیٹھا کرے تاکہ روز کا کام روز نپٹایا جا سکے۔

۴) جس دن صدر ممتحن کو ممتحنین کی طرف سے آزمائشی قسط کی کاپیاں ملیں' اس سے اگلے دن صرف صدر ممتحنین کو بورڈ آفس میں بلایا جائے تاکہ وہ اطمینان سے آزمائشی قسط کی کاپیاں دیکھ سکیں اور مناسب ہدایات جاری کر سکیں۔ اس دن ممتحنین کام کا ناغہ کریں۔

۵) صدر ممتحن کے معاون کو ذمہ دار بنایا جائے کہ وہ ہر پرچے پر صرف دستخط ہی نہ کرے بلکہ میزان چیک کرنے کے علاوہ دیگر اغلاط کو بھی دھیان سے دیکھے اور انہیں متعلقہ ممتحن سے درست کروائے۔

۶) جو امیدوار بورڈ کو مقررہ فیس ادا کر کے دوبارہ جانچ کے لئے درخواست دے تو اگر امیدوار کا موقف صحیح ثابت ہو تو غلطی کی اصلاح طالب علم کے حق میں کرنے کے علاوہ جس شخص کی غفلت سے وہ غلطی رہ گئی ہو اس کے معاوضہ میں سے مناسب کٹوتی کی جائے۔ نیز امیدوار نے جو مقررہ فیس بورڈ میں جمع کرائی ہو وہ اسے واپس کر دی جائے بلکہ تکلیف کے لئے اس سے معذرت کی جائے۔

۷) ممتحنین کی تعداد بڑھائی جائے تاکہ کام کی رفتار میں کمی نہ آنے پائے۔

۸) صدر ممتحن کے معاون کا معاوضہ انتہائی قلیل ہے۔ اس کے معاوضے میں نیز صدر ممتحن اور ممتحن کے معاوضوں میں بھی اضافہ کیا جائے تاکہ کام کا معیار بہتر ہو سکے۔

۹) محنت اور لگن سے کام کرنے والوں کو انعام اور تعریفی اسناد جبکہ غفلت شعار افراد کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

اقوام متحدہ کی پابندیوں سے افغان عوام کے مسائل میں اضافہ ہوا : افغان سفیر

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی جانب سے امارت اسلامیہ افغانستان پر عائد کردہ پابندیوں کے باعث بیس سالہ جنگ سے متاثرہ مظلوم عوام کو شدید معاشی مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ان خیالات کا اظہار امارت اسلامیہ کے سفیر ملا عبدالسلام ضعیف نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ ان پابندیوں کے افغان عوام پر منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں کیونکہ افغان عوام گذشتہ بیس برسوں سے جنگ اور حالیہ برسوں میں شدید ترین خشک سالی کے باعث پہلے ہی شدید معاشی مسائل سے دوچار تھے۔ اقوام متحدہ کی طرف سے اس قسم کی پابندیاں انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ اس سلسلے میں اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کوفی عنان کے حالیہ بیانات حقائق پر مبنی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ اقوام متحدہ کی پابندیوں سے افغان عوام براہ راست متاثر ہوتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ انسانی حقوق کے بنیادی مسائل کو سیاسی معاملات سے الگ تھلگ رکھا جائے گا۔ ملا عبدالسلام ضعیف نے کہا کہ ہم پاکستان و ایران جیسے میزبان ممالک کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہمارے مہاجرین کو پناہ دی لیکن ان ممالک میں مہاجرین کے خلاف جو اقدامات کئے جا رہے ہیں ان کی شدید مذمت کرتے ہیں۔

افغان بلدیاتی انتظامیہ کو آزاد عوامی محکمہ بنانے کا فرمان

حضرت امیر المومنین نے وزراء کونسل کے فریم ورک (وضع کردہ اصول و ضوابط) کے اندر بلدیاتی انتظامیہ کو آزاد عوامی محکمے کے طور پر قائم کرنے کا ایک فرمان جاری کیا ہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان کے فرمان کا متن درج ذیل ہے۔ دفعہ ا: موجودہ حالات اور وزراء کونسل کے فریم ورک میں آزاد انتظامیہ وزراء کونسل کے ڈھانچہ کی ترتیب اور بلدیات کے مرکزی محکمہ کا بجٹ تیاری کرے گی اور اسے منظوری کے لئے امارت اسلامیہ افغانستان کی اعلیٰ شخصیت کو پیش کیا جائے گا۔ دفعہ ۲: بلدیاتی محکموں اور ان کے متعلقہ شعبوں کو وزارت داخلہ کے ڈھانچہ سے علیحدہ کر لیا جائے گا اور انہیں بلدیات کے مرکزی محکمہ کے ڈھانچہ میں متعلقہ ساخت اور بجٹ کے ساتھ ضم کر دیا جائے گا۔ دفعہ ۳: وہ تمام ذمہ داریاں اور اختیارات جو کابل کے ناظم اعلیٰ (میئر) کو دی گئی ہیں اس فرمان کے اجراء کی تاریخ سے مرکزی محکمہ بلدیات کے ذریعہ عمل میں لائے جائیں گے اور انہیں عملی جامہ پہنایا جائے گا۔ دفعہ ۴: یہ فرمان اپنے اجراء کی تاریخ سے اور سرکاری گزٹ میں شائع ہونے پر نافذ العمل ہوگا۔

طالبان کے خاتمے کے لئے امریکی قیادت میں نئے اتحاد کی تشکیل

افغانستان میں طالبان حکومت کے خاتمہ کے لئے امریکہ اپنی قیادت میں ایک نیا عالمی اتحاد تشکیل دے رہا ہے جس کے ذریعے اسامہ بن لادن کے خطرے کو ختم کرنا اور پاکستان کو طالبان کی حمایت سے روکنے کے لئے دباؤ ڈالا جائے گا۔ اس اتحاد میں افغانستان کے بعض ہمسایہ ممالک کے علاوہ گروپ ۸ کے ممالک' یورپی یونین اور مشرقی ایشیا کے ممالک شامل ہیں۔ جارج ڈبلیو بش انتظامیہ ماضی کی بجائے اب افغانستان اور پاکستان کے بارے میں اپنی پالیسی میں نمایاں تبدیلی کی طرف گامزن ہے۔ اس کے ایجنڈا میں افغانستان میں پناہ گزین اسامہ بن لادن کو گرفتار کرنا اور طالبان حکومت کا خاتمہ شامل ہے۔ امریکہ افغانستان میں دونوں گروپوں کے مابین طاقت کے توازن کو برابر کرنے کے لئے طالبان مخالف اتحاد کو روس' ایران اور بھارت کے ذریعے اسلحہ مہیا کرے گا جبکہ خود پس پردہ ہی رہے گا۔

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

تنظیم اسلامی پشاور کی تربیتی ودعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی پشاور کے مشاورتی اجلاس منعقدہ ماہ جون کے فیصلے کے مطابق جولائی کے لئے دو پروگرام ترتیب دیئے گئے: تربیتی ودعوتی نشست اور فہم دین کورس۔

تربیتی نشست ۶ جولائی کو مسجد عطائی خان علاقہ ہشت نگری میں منعقد ہوئی۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز عصر ہوا۔ پہلا لیکچر علم دین کی اہمیت پر تھا۔ جناب وارث خان نے تربیتی نشست کی غرض وغایت بیان کی اور علم دین کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ ان کے بعد برادرم جمشید عبداللہ نے ''حب دنیا'' کے حوالے سے گفتگو کی۔ محمد بلال نے آداب مسجد بیان کئے۔ نماز مغرب کے بعد برادرم طارق خورشید نے ''ہمارا دین ہم سے کیا چاہتا ہے؟'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ یہ لیکچر تقریباً ۴۵ منٹ تک جاری رہا۔ پھر سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ آخر میں درس حدیث تھا جس میں جناب حافظ جمیل اختر نے نہی عن المنکر والی حدیث کے حوالے سے ایمان کے درجات بیان کئے۔

سہ روزہ فہم دین کورس شہر کے وسط میں واقع جامع مسجد چکر گلی بازار کریم پورہ میں ۲۳، ۲۴ اور ۲۵ جولائی کو منعقد ہوا۔ پہلے لیکچر میں محترم جناب غلام اللہ حقانی نے اپنے مخصوص انداز میں قرآن حکیم کے ساتھ مسلمانوں کی ذمہ داریوں کو واضح کیا۔ دوسرا لیکچر ''ہمارا دین ہم سے کیا چاہتا ہے؟'' کے موضوع پر تھا جسے برادرم جمشید عبداللہ نے بورڈ پر ایک نئے انداز سے بیان کیا۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی جس میں لوگوں بالخصوص طالب علموں نے جوش وخروش سے حصہ لیا۔ تیسرا لیکچر ۲۵ جولائی کو ''ہمارے ملک میں شریعت کا نفاذ کیسے ممکن ہے؟'' کے موضوع پر دیا گیا۔ جناب وارث خان نے اپنے خطیبانہ انداز میں لوگوں کے سامنے منہج نبوی کو بیان کیا۔ بعد ازاں کچھ احباب نے خط و کتابت کورسز اور تنظیم کے دوسرے پروگراموں میں دلچسپی ظاہر کی۔ اوسطاً ۱۵ سے ۱۲۰ افراد نے ہر پروگرام میں شرکت کی۔

(مرتب: خورشید انجم)

اسرہ ٹوبہ کا ماہانہ سہ روزہ تربیتی ودعوتی پروگرام

ماہ جولائی کا سہ روزہ پروگرام ۲۰ تا ۲۲ تاریخ منعقد ہوا۔ اس ماہانہ پروگرام کے مرکز ومحور حلقہ پنجاب (وسطی) کے امیر جناب مختار حسین فاروقی ہوتے ہیں۔

۱۸ جولائی کو امیر حلقہ جھنگ سے گوجرہ پہنچے اور وہاں کے رفقاء سے ملاقات کی۔ پھر ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لائے۔ حسب سابق خطاب جمعہ قاسمیہ مسجد فیض کالونی میں تھا۔ مسجد میں احباب کی خاصی تعداد بروقت موجود تھی۔ ان ماہانہ خطابات میں سیرت رسول اللہ ﷺ ایک ترتیب سے بیان کی جارہی ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو افراد نے آپ کے خطاب کو سنا۔ عصر تا عشاء الھدیٰ لائبریری میں تنظیمی وتربیتی اجلاس ہوا۔ رفقاء نے مقررہ نصاب سے سورۃ الذاریات کے تیسرے رکوع کی تلاوت وترجمہ اور پھر سورۃ العلق زبانی تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ دینی لٹریچر میں ''فرائض دینی کا جامع تصور'' پر گفتگو ہوئی۔ بعد ازاں رفقاء نے معارف الحدیث میں سے چند احادیث کا اجتماعی مطالعہ کیا۔ مسنون دعاؤں کو یاد کرنے کی مشق کی گئی۔

۲۱ جولائی کو گورنمنٹ کالج کی مسجد میں نماز فجر کے بعد سورۃ الحدید کے پہلے رکوع پر درس قرآن ہوا۔ نماز ظہر کے بعد امیر حلقہ نے ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس ٹوبہ میں ملازمین دفتر سے خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں فہم قرآن کی اہمیت پر زور دیا۔ اسی روز مغرب کے بعد محلہ گوبند پورہ میں سورۃ البقرہ اور سورۃ الذاریات کی آیات کے حوالے سے ''عبادت رب'' کے موضوع پر درس دیا گیا۔ کم وبیش پچاس احباب نے بڑی توجہ اور انہماک سے اس درس کی سماعت کی۔ نماز عشاء کے بعد شہر کی مرکزی جامع مسجد میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۷ (آیۃ برّ) کے حوالے سے درس دیا گیا، جسے قریباً چالیس احباب نے سنا۔

۲۲ جولائی کو بمقام جامع مسجد محلہ اقبال نگر نماز فجر کے بعد سورہ آل عمران کی مرکزی آیات ۱۰۲ تا ۱۰۴ کے حوالے سے درس ہوا۔ اختتامی پروگرام امیر حلقہ کے خطاب عام پر مشتمل تھا جس کے انعقاد کے لئے اس دفعہ دی نیشنل کالج، قائم سنٹر کا انتخاب کیا گیا۔ کالج کی انتظامیہ نے بھرپور تعاون کیا اور تعلیم یافتہ طبقہ اور علماء کی خاصی تعداد کو پروگرام میں شرکت کی دعوت دی۔ ''حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے'' کے موضوع پر تقریباً ایک گھنٹے دورانیہ کا یہ خطاب سو سے زائد افراد نے سنا۔ (رپورٹ: پروفیسر خلیل الرحمٰن)

تنظیم اسلامی بہاول نگر کا ماہانہ اجتماع

تنظیم اسلامی بہاول نگر کا ماہانہ اجتماع ۵ اگست کو مسجد جامع القرآن واقع حشمت کالونی، ہارون آباد میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز دن ساڑھے گیارہ بجے چشتیاں کے رفیق جناب حافظ ذوالفقار احمد کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد مطالعہ لٹریچر کے تحت راقم الحروف نے امیر محترم کے خطاب پر مبنی کتابچہ ''جہاد بالقرآن'' کے نصف حصے کا مطالعہ کروایا۔ دوسرا درس تنظیم اسلامی بہاول نگر کے امیر جناب منیر احمد کا تھا جس کے لئے سورہ الصف کی آیات ۹ تا ۱۴ کا انتخاب کیا گیا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت اور جہاد پر مفصل گفتگو کی اور غلبہ دین کے لئے جہاد کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

ظہر کی نماز کے بعد راقم نے درس حدیث کے سلسلے میں حدیث جبریل پر گفتگو کی۔ اس کے بعد اعلانات اور نماز عصر پر یہ پروگرام اختتام پزیر ہوا۔ چشتیاں، فورٹ عباس، چھپی والہ، چشتیاں اور ہارون آباد کے تقریباً ۶۰ رفقاء واحباب نے اس میں شرکت کی۔ (مرتب: ذوالفقار علی)

تنظیم اسلامی ملتان کی ماہانہ شب بیداری

۴ اگست کو تنظیم اسلامی ملتان کی ماہانہ شب بیداری کا انعقاد ہوا جس میں درس قرآن، درس حدیث، اقبالیات اور سیرۃ صحابہ کا مطالعہ ہوا۔ پروگرام کے مطابق حسب معمول مغرب تا عشاء درس قرآن ہوا، جس کی سعادت محترم انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب نے حاصل کی۔ انہوں نے سورۃ آل عمران کی آیات ۲۱ تا ۲۶ کی روشنی میں رب چاہی زندگی اور من چاہی زندگی کا بڑا ہی منظم اور مدلل موازنہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو مہلت عمر دی ہے اس کا نتیجہ آخرت میں نکلنے والا ہے۔ اگر انسان اپنی صلاحیتوں کو اللہ کے دین کے نفاذ کے لئے استعمال کرے گا تو وہ آخرت میں رضائے الٰہی اور دیدار خداوندی جیسے انعامات کی سعادت حاصل کرے گا۔ اس کے برعکس جو شخص اس دنیا میں من چاہی زندگی بسر کرے گا تو شیطان اس پر مسلط ہوجائے گا اور اخروی زندگی میں وہ دردناک عذاب میں داخل کردیا جائے گا۔

اس کے بعد نقیب اسرہ جناب محمد اشرف نے درس حدیث کی ذمہ داری ادا کی۔ اس کے بعد تنظیم اسلامی ملتان کے امیر جناب ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی نے سیرۃ صحابہ میں سے حضرت سعد بن معاذؓ کے حالات زندگی پیش کئے۔ یہ مطالعہ تقریباً آدھ گھنٹہ جاری رہا، جس کے بعد اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں ۱۸۰ افراد نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جملہ سامعین ومنتظمین کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازے! (مرتب: شہباز نور)

تنظیم اسلامی ضلع باغ کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی ضلع باغ کے امیر کی زیر قیادت مبتدی تربیت گاہ میں ضلع باغ کی اعلیٰ تعلیمی شخصیات اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے منسلک رفقاء واحباب نے شرکت کی۔

یہ تربیت گاہ ۱۷ سے ۲۳ جون تک ایبٹ آباد میں منعقد ہوئی۔ اس میں ۱۱۳ احباب اور ۴ رفقاء نے شرکت کی۔ تنظیم اسلامی کے ناظم دعوت جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر نے ''عبادت رب'' ''فکر آخرت'' ''شہادت الناس'' اور ''رسومات'' پر نہایت جامع اور فکر انگیز خطابات سے شرکاء کی نظری و فکری اور ذہنی و قلبی راہنمائی کی۔ ان کے معاون خاص جناب خالد محمود عباسی نے اپنے مخصوص انداز میں دین و مذہب کا فرق اور مختلف اسلامی تحریکوں کا تعمیری وتنقیدی جائزہ نہایت جامع طور پر پیش کیا۔ آخر میں جب نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید نے اپنے سحر انگیز انداز بیان میں قرارداد تاسیس پیش کی تو سامعین و حاضرین پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ (رپورٹ: عارف درانی)

گوجر خان میں درس قرآن

۶ اگست کو نماز عصر کے بعد گلیانہ موڑ جی ٹی روڈ پر رفیق تنظیم جناب محمد کریم کی دکان کے سامنے تنظیم اسلامی گوجر خان کے امیر جناب مشتاق حسین نے سورۃ توبہ کی آیت ۲۴ کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس آیت میں آٹھ دنیاوی محبتوں کے ذکر کے علاوہ تین اور محبتوں کا بھی ذکر ہے یعنی اللہ سے محبت، اللہ کے رسول ﷺ سے محبت اور اللہ کے راستے میں جہاد سے محبت۔ موصوف نے کہا کہ دنیاوی زندگی عارضی جبکہ اخروی زندگی ابدی ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی اخروی اور ابدی زندگی سنوارنے کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کو دنیاوی محبتوں پر فوقیت دینا ہوگی۔ اسلام دنیاوی محبتوں پر قدغن نہیں لگاتا لیکن انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے تابع ہونا چاہئے۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی فلاح ہے۔ اس درس کو تقریباً ۶۰ افراد نے توجہ اور انہماک سے سنا۔ (رپورٹ: مرتضیٰ شاہ)

تنظیم اسلامی حلقہ ہزارہ ڈویژن کا عشرۂ دعوت

تنظیم اسلامی حلقہ ہزارہ ڈویژن کا عشرہ دعوت ۲۲ سے ۳۱ جولائی تک جاری رہا۔ اس سلسلے میں درج ذیل مقامات کا انتخاب کیا گیا اور عوام الناس کو دعوت دی گئی۔

i) اسرہ ہری پور: ۲۲ جولائی کی صبح ۹ بجے ایبٹ آباد سے چار رفقاء ہری پور کے لئے روانہ ہوئے۔ اڈہ دربند پر باہم مشورے سے طے کیا گیا کہ مرکزی جامع مسجد ہری پور کے خطیب سے بعد نماز ظہر درس قرآن کی اجازت لی جائے۔ نماز سے دو گھنٹے قبل مسجد کے قرب وجوار میں دکان داروں کو درس قرآن کی دعوت دی گئی۔ تقریباً ۱۵۰ دکان داروں سے رابطہ ہوا جنہیں فرائض دینی کے کتابچے بھی دیئے گئے۔ نماز کے بعد ۲۰ افراد نے راقم کا درس سماعت کیا۔ مین بازار کی مسجد لوہاراں میں بعد نماز عصر درس قرآن کا پروگرام بنا۔ یہاں سورۃ الحج کے آخری رکوع کے حوالے سے درس دیا گیا جس میں ۱۲۵ احباب نے شرکت کی۔

ii) حویلیاں: ۲۳ جولائی صبح ۹ بجے حویلیاں گاؤں روانہ ہوئے۔ مسجد گنگھرو والی میں بعد نماز ظہر سورۃ العصر پر درس قرآن دیا گیا جس میں ۱۲۵ احباب نے شرکت کی۔

iii) ایبٹ آباد: ۲۴ جولائی کو مسجد کابلی میں بعد نماز عصر درس قرآن دیا گیا جس میں ۲۰ افراد نے شرکت کی۔ اس سے قبل قرب وجوار میں دعوت گشت کیا گیا اور فرائض دینی کے ۵۵ عدد کتابچے تقسیم کئے گئے۔ ۲۵ جولائی کو بعد نماز عصر مسجد جی پی او میں درس قرآن دیا گیا۔ اس موقع پر فرائض دینی کے تقریباً ۱۰۰ کتابچے تقسیم کئے گئے۔ ۱۷ احباب ورفقاء نے درس قرآن میں شرکت کی۔

iv) سلہڈ: ۲۶ جولائی کو گاؤں سلہڈ میں نماز عصر سے پہلے دعوتی گشت کیا گیا۔ ۲۰ دکانداروں کو دعوت دی گئی اور فرائض دینی کے ۱۵ کتابچے تقسیم کئے گئے۔ نماز کے بعد سورۃ الحج کے آخری رکوع پر درس دیا گیا جس میں ۱۰ احباب نے شرکت فرمائی۔

۲۷ جولائی کو حسب معمول امیر محترم کے خطاب جمعہ کی کیسٹ المیزان پبلک سکول میں سماعت کی گئی۔ ۲۸ جولائی کو مسجد پولی ٹیکنیکل کالج میں بعد نماز عصر سورۃ الحج کے آخری رکوع پر درس دیا گیا۔ اس موقع پر ۱۵ افراد موجود تھے۔

v) شنکیاری و مانسہرہ: ۲۹ جولائی کی صبح ۱۰ بجے مانسہرہ و شنکیاری کے لئے روانہ ہوئے۔ مانسہرہ میں رفیق تنظیم سے ملاقات ہوئی۔ بعد ازاں شنکیاری روانگی ہوئی۔ جامع مسجد شنکیاری میں نماز ظہر کے بعد فرائض دینی کے کتابچے تقسیم کئے گئے۔ (رپورٹ: ذوالفقار علی)

بقیہ : واقعات عالم

اسامہ بن لادن کا خطبہ اور ٹریننگ کیمپ کے مناظر دکھائے گئے تھے۔ ذرائع کے مطابق اسامہ بن لادن کا یہ خطاب دس سال پرانا تھا اور عربی سے انگریزی زبان میں ترجمہ کے لئے اپنی مرضی کے الفاظ استعمال کئے گئے۔ امریکہ نے اپنے مقاصد کے لئے ''مسلم گوریلا موومنٹ'' کے نام سے ایک تنظیم بھی بنائی ہے۔

اس پراجیکٹ کی نگرانی امریکی سفیر کی سطح پر کی جارہی ہے۔ پاکستان کی سیکورٹی ایجنسیوں نے بھی یہ بات نوٹ کی ہے کہ امریکی سفیر ولیم بی میلام سفارتی آداب کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر صوبہ سرحد کا بار بار دورہ کر رہے ہیں۔ سفارتی پروٹوکولز کے مطابق پاکستانی حکام کو اطلاع تک نہیں کرتے۔ امریکی سفیر نے سنکیانگ میں ''چینی جبر وتشدد'' کے بارے میں بعض پاکستانی صحافیوں خاص طور پر فرائیڈے ٹائمز اور ہیرالڈ میگزین کو بریف بھی کیا۔ کراچی کے اخبارات کے مطابق ملک میں فرقہ وارانہ تشدد کے تازہ واقعات کے پیچھے بھی اسی کا ہاتھ تھا۔

وہ لوگ جو پاکستان میں فرقہ وارانہ تنازعہ کو انگیخت کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ ایران اور افغانستان کے درمیان خلیج بڑھانے کے لئے بھی کام کر رہے ہیں۔ اس کی تازہ ترین مثال ایرانی سرحد کے قریب افغانستان کے شہر ہرات میں بم دھماکہ ہے جس میں ایرانی سنی عالم مولوی موسیٰ کریم مارا گیا تھا۔ وہ سیاسی جلاوطن تھا اور اپنے گھر واپس جانے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا اور ایرانی حکام کو بھی اس بارے میں آگاہ کر چکا تھا۔ پھر اس کے قتل کے پیچھے کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟ ایران کے کثیر الاشاعت اخبار کیہان انٹرنیشنل نے مولوی موسیٰ کریم کے قتل کا الزام موساد پر لگایا مگر تہران ٹائمز نے بم دھماکہ کا ذمہ دار طالبان کو ٹھہرایا۔ تہران ٹائمز نے مزید لکھا کہ طالبان امریکی ایجنٹ ہیں۔ (یاد رہے کہ تہران ٹائمز کی ایڈیٹنگ ایک بھارتی عرفان پرویز کرتا ہے) چینی جنہیں سنکیانگ تحریک میں طالبان کے ملوث ہونے پر کچھ شکوک تھے، وہ ساری گیم کو سمجھ گئے ہیں۔ ایک چینی وفد نے کابل کا دورہ کیا اور قندھار میں وہ ملا عمر سے بھی ملا۔ یہ وفد اس یقین کے ساتھ واپس لوٹا کہ افغانستان چین کے لئے نیک خواہشات اور دوستی کے جذبات رکھتا ہے اور افغانی کسی صورت بھی امریکی اور بھارتی پلان میں شریک ہو کر سنکیانگ میں لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا کرنے کو تیار نہیں۔ وفد کو یہ بھی یقین ہو گیا کہ طالبان چین اور مسلم دنیا میں پائے جانے والے تاریخی تعلقات کو خراب کرنے کی کسی کوشش کا ساتھ نہیں دیں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سنکیانگ ایک سنگین مسئلہ ہے اور کسی بیرونی مداخلت کے بغیر اس کا پرامن سیاسی حل جتنا چین کے مفاد میں ہے اتنا ہی اس کے دوستوں کے لئے بھی ہے، بصورت دیگر امریکہ اس سے فائدہ اٹھانے کی سازشیں کرتا رہے گا۔ (بشکریہ: بیدار ڈائجسٹ، اگست ۲۰۰۱ء)

بقیہ : مکتوب شکاگو

پاکستانی معاشرے میں بھی شاپنگ کو ہائی کلچر اور سوشل اسٹیٹس سمجھا جاتا ہے۔ نتیجتاً ڈریس ڈیزائننگ، فوٹو گرافی، ماڈلنگ اور شائننگ کو باعزت پیشے کے طور پر چنا جا رہا ہے۔

جس طرح چہرے کو دل کا آئینہ کہا جاتا ہے اسی طرح لباس کو بھی کسی قوم کے مزاج کا آئینہ دار سمجھا جاتا ہے۔ فیشن اور کلچر کی بھی ایک اپنی زبان ہے جو اس بات کا اعلان ہے کہ ہم کن لوگوں سے متاثر ہیں اور ہماری نشست و برخاست کیسے لوگوں کے ساتھ ہے۔ لہٰذا ہم خود ہی اپنا تجزیہ کر سکتے ہیں کہ اس وقت ہم فیشن کے نام پر کس کے کلچر کو کلیجے سے لگائے ہوئے ہیں۔ ہم مسلمان توحید پرست ہیں، یہ توحید پرستی لازماً ہماری زندگی کے گوشے گوشے پر لاگو ہونی چاہئے۔ کلچر کی تلاش میں اِدھر اُدھر منہ مارنے کے بجائے ہمیں اپنے پانچ بنیادی ستونوں سے رجوع کرنا چاہئے کیونکہ یہی ہماری ''کلچرل اکیڈمی'' ہیں۔

conceived as an earthly providence-administering civilisation. To the western mind, the notion that men can authoritatively plan and impose a good life upon the Muslim societies is ignorant and pretentious. It can be entertained only by "moderates" who do not realise the infinite variety of human purpose, who do not appreciate the potentialities of human effort, or by "liberals" who do not choose to respect them.

If all is not to be lost we must first and foremost develop our moral imagination and try to understand how we are being classified and pitted against each other under different labels: this is the crucial task facing us. To make for the unimaginable military and political weakness, we must stop using classifying notions; strive to increase the capacity and elasticity of our intellectual and emotional faculties to understand the strength of our attachment to the roots of Islam as one Muslim Ummah.

Subject: NIDA-E-KHILAFAT & ABID ULLAH JAN

Dear Editor,
Assalam o alaikum,
Without going into details of the likeness and appreciation of the English column in your enlightened magazine, it would be sufficient to ask you for putting these clumns on the net, your web page, so that it is easy for our friends to access it in US, UK and elsewhere.
Thanks.
Zulqarnain Haider.
D. I. Khan

NOTE: We have started putting English Articles of Nida-e-Khilafat on Net w.e.f. July 27, 2001…. Editor.

دعائے مغفرت

بھیرہ کے ممتاز دینی وعلمی گھرانے کے جواں سال خطیب مولانا محمد شفیق الرحمٰن علوی حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے۔ مرحوم مولانا سعید الرحمٰن علوی کے چچازاد بھائی تھے۔ الهم اغفرله وارحمه وادخله فی رحمتک وحاسبه حساباً یسیراً

بقیہ : اداریہ

اپنے لئے شاباش اور اپنے اقتدار کی توثیق حاصل کرتے ہیں۔ ان معاملات پر ایک مثال جو اگرچہ ظاہری طور پر مناسب محسوس نہیں ہوتی' پورے طور پر صادق آتی ہے۔ کسی سیانے سے پوچھا گیا کہ ''کتا اپنے مالک کا انتہائی وفادار ہوتا ہے پھر بھی اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے کیوں دیکھا جاتا ہے؟'' سیانے نے جواب دیا ''اس لئے کہ مالک کا تو وفادار ہوتا ہے لیکن اپنی قوم کا غدار ہوتا ہے اس لئے عزت اس کا نصیب نہیں''۔ جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ کتا کتے کا دشمن ہوتا ہے۔

اگر قیادت اپنی قوم سے مخلص ہوگی تو اسے غیروں کے جوتے چاٹنے نہیں پڑیں گے۔ آج دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں اشد ضرورت ہے کہ ہم متحد ہو جائیں اور خود سے اخلاص برتیں۔ کاش ہم تاریخ سے سبق حاصل کریں! ذاتی مفاد اور اقتدار کی خاطر ملت سے غداری کرنے والوں کا انجام جعفر اور صادق سے مختلف کیسے ہوسکتا ہے۔ یاد رہے غداری کی کڑوی گولی دشمن ہمیشہ کچھ اس طرح شوگر کوٹ کر کے دیتا ہے کہ قوم وملت کے مفاد اور ذاتی مفاد کو اپنی چرب زبانی سے یکجا کر دیتا ہے لہٰذا اقتدار کی ہوس سے مغلوب قیادت اس جال میں بخوشی پھنس جاتی ہے۔ ہم کسی کا نام لئے بغیر ملت اسلامیہ کی تمام قیادت سے دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ وہ اپنا ''آج'' سنوارنے کے لئے پوری امت کا آنے والا ''کل'' تباہ نہ کریں اور امریکی چالوں کو سمجھیں۔ اقتدار تو آنی جانی شے ہے۔ زندگی میں نہ چھنا' تب بھی موت کے ساتھ تو چھن ہی جائے گا۔ لہٰذا دعا کرنی چاہئے کہ دنیا و آخرت کے خسارے سے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو بچائے۔ آمین!

ANWAR TAILORS

سپیشلسٹ ان: جینٹس (مردانہ) ٹیلرنگ

for all your tailoring needs

مہارت خصوصی:
☆ پینٹ کوٹ'
☆ شیروانی'
☆ سفاری سوٹ
☆ شلوار قمیص
☆ شرٹ

دولہا ڈریس کے ماہر

47۔ جی' الفلاح بلڈنگ' دی مال' لاہور۔ فون: 6312488

ضرورت رشتہ

کراچی مقیم' رفیق تنظیم کی ہمشیرہ' مذہبی گھرانے سے تعلق' دوشیزہ' عمر ۳۶ سال' تعلیم بی ایس سی کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ بلا تفریق ذات پات' صرف والدین رجوع فرمائیں۔ رنڈوے یا دوسری شادی والے بھی رجوع کر سکتے ہیں۔ رابطہ: 6664883 (042)

congruent with collective religious sentiments. The present thus belongs to the liberals and the technocrats, found primarily in the differentiated "modern" class. Edward Shils, argues in his book "The Intellectuals and the Powers" (University of Chicago Press) that only intellectuals attached to these "modern" values have the vision to rise above parochial identities and to attach themselves to the notion of a modern nationstate. "Religious" intellectuals are thus implicitly marginalized.

Common to all variants of liberalism is the assumption of a declining role for religion, except as a private matter. To move toward modernity, political leaders must displace the authority of religious leaders and devalue the importance of traditional religious institutions. "Liberalism" or modernity is seen as an "enlargement of human freedoms" and an "enhancement of the range of choices" as people begin to "take charge" of themselves. Religion can retain its influence only by conforming to such norms as "rationality" and relativism, accepting secularisation, and making compromises with science, economic concerns, and the state.

It is important at this stage to understand the misconceptions deliberately associated with the meanings of "fundamentalist" or "liberal" Muslims and Islam. Although liberalism has often been identified with indifference, inaction and non-resistance, it should now be evident that this is mere confusion. A doctrine, which is opposed to all arbitrariness, must mean the determination to resist religious arbitrariness, to check it, to cut it down, to crush it, wherever and whenever it appears. For this purpose, strategy of Adolf Hitler has been adopted. Hitler says that keeping the "limited receptivity" and enormous "forgetting powers" of great masses in mind, "all effective propaganda must be limited to very few points and must harp on these in slogans until the last member of the public understand what you want him to understand...propaganda must follow a simple line and correspindly the basic tactics must be psychologically sound."

Starting with the notions of "Islamic fundamentalism," gradually associating it with "Islamic fanaticism" and "terrorism," and describing the sell outs as "liberals" and "moderates" set the tone of western propaganda, and now both friends and foes of Islam use the same notions, for describing the same traits, for which they were invented. The idea was to domesticate the idea of religious irrelevancy with the help of branding all associations with religion as unacceptable "fundamentalism." Liberalism now stands for a general predisposition in favour of religious reform.

To design a liberal or moderate plan for Islamic societies is a pleasant form of madness; it is an imagination to play at being God and Caesar to the Muslim Ummah. Any such plan must implicitly assume that the visionary persons or states find the power, or might persuade the masses to give them the power, to shape Islamic societies to the plan; all such general plans for socially reconstructing Islamic societies are merely the rationalisation of the will to power. For that reason they are the subjective beginning of fanaticism and tyranny. **To think in terms of a new scheme for the whole Muslim Ummah is to use the idiom of authority, to approach affairs from the underlying premise that they can be shaped and directed by an overhead control, that religious thoughts and social relations can be fabricated to a master plan drawn up by supreme architects sitting in the western capitals.**

The supreme architects, who begin as visionaries, become fanatics and end up as despots. For no one can be the supreme architect of a society without employing a supreme despot to execute the design. So, if men are to seek freedom from the arbitrary dominion of men over men, they must not entertain fantasies of the future in which they play at being the dictators of civilisation. It is the bad habit of an undisciplined imagination. The descent from fantasy to fanaticism is easy. The western scheme works only in western imagination, never in the Muslim world. For the liberal scheme implies that Muslims will remain content in the station, which the supreme visionaries have assigned to them. To formulate such plans is not to design a society for Muslims. It is to re-create Muslims to fit the design.

Muslims are expected to be "liberal" or "moderate," content in their station irrespective of the fact if their spiritual and material interests are reconciled or threatened; failing that they become "fundamentalists," do not fit the design until they are dosed with military sanctions, economic sanctions, cruise attacks, precision bombing, or extradited to the US to face justice. This is why the testament of liberty does not contain the project of a new social order for the Muslim world. It adumbrates a way of life in which Muslims seek to reinterpret Islam according to the rules set forth by commissions organised by the UN or "international community." There is no plan of the future: there is, on the contrary the conviction that the future must have the shape that Muslim energies, purged it so far as possible of religious arbitrariness, will give it. Compared with the elegant and harmonious schemes which are propounded by the "liberals" and 'moderates," it must seem intellectually unsatisfying, and one can well imagine that many will feel about "moderate" Muslim society as Emma Darwin felt when she wrote about the Descent of Man, "I think it will be very interesting, but that I shall dislike it very much as again putting God further off."

Though it may seem an insufficient ideal both to those who wish to exercise authority in the West and to those "moderates," who feel the need of leaning upon authority, it might be the only practicable ideal of a Muslim government to them in the 21st century. The fact, however, remains that the US is not to be

View Point

Abid Ullah Jan

Stop using classifying notions.

Changing circumstances have altered our sense of understanding different propaganda labels. The undefined notions of "fundamentalism," "moderate Islam," "liberal Muslims," etc. continue to gain rigor and are now willingly used by our leaders and intellectuals. There is no blinking the fact that we are taking this classification of Islam and Muslims for granted. Whereas, the basic idea behind this seemingly trivial affair of classifying Islam and robbing us of our identity is the western powers'realisation that the greatness of every nation lies in religious attachment. It is believed that the "intolerance" with which Muslims are "fanatically" convinced of their own right, would intolerantly impose their will against the "international community."

Robbing Muslims of their identity is of paramount importance because strategic planners in western capitals have come to the conclusion that if an idea in itself is sound, and, thus armed, it could take up an unconquerable struggle on this earth and every persecution will only add to its inner strength. It is a painful fact that comments of our leaders and commentators foster the misconception that Islam appears in many shades. Projecting Islam as a vague bundle of rituals and a cultural baggage the self-labelled "moderate" and "liberal" Muslims would be better off without is a very recent phenomenon. Unfortunately, President Musharraf is the latest personality, who has joined the chorus of jargons without contemplating its consequences.

On October 21, 2000, General Musharraf was reported by an Indian Journalist B L Kak as saying that Pakistan "is a moderate Islamic country and I mean it." General Musharraf told Raj Chengappa of India Today's in an interview on July 19, 2001 that there is "zero possibility" of "fundamentalist forces taking charge" in Pakistan because "we have put all the strategies in place in everything... I don't see any reason why anything can go wrong." As early as October 16, 1999, a family friend of General Musharraf told Suzanne Goldenberg of the Guardian that he "will take everyone on board, but he is not going to compromise on fundamentalism...He will put his foot down against the fundamentalists." The confusion has increased to the extent that even the defenders of Islam use the same jargons that further foster the misconceptions. For instance, according to Lt. General (Rtd) Hamid Gul: "Pakistani Army soldiers have always been religious, but now growing numbers of officers have turned Islamist" (Carla Power, Newsweek, March 4, 2001). The world "Islamist" was not in use until mid 90's. How can we blame the non-Muslims when the Muslim themselves are confused and unable to identify a "liberal" Muslim from a "moderate" or a "fundamentalist" Muslim.

President Musharraf and others would be right in arguing that Pakistan is not a country of extremists, if they do not use "extremists" as a classifying label before Muslims. However, saying that we are "liberal" or "moderate Muslims" changes the whole context that needs to be analysed in the light of malacious motives behind introducing such classifying notions. There is no "fundamentalist", "moderate" or "occidental" Islam any more than there is no Black African Islam or Arab Islam or Indian Islam or Indonesian Islam. There is only one Islam. This is the one that the Qur'an calls the "The Sunnah of God", the continuation of the prophetic revelations and the last message -- that of Muhammad (PBUH).

Jebran Chamieh argues in his book "Traditionalists, Militants and Liberals in Present Islam," that a Muslim may be "either liberal or devout." The devout, according to Chamieh, believe that Islam is an all-encompassing way of life, and includes political principles derived from the Qura'an and the Sunnah. Describing traits of "moderate" Muslims, he attributes to them the conception of jihad as an inner struggle for moral and spiritual purification only. He then presents his own prescription for the development of a new "liberal" Islam and calls upon King Hasan of Morocco to lead the Islamic world into a new era by attacking taqlid and embarking on legal creativity. According to Chamieh, only such a leader, a descendant of the Prophet with a Western education and independent political and financial resources, could reform Islam.

As early as 1964, Daniel Lerner, suggested in his book "The Passing of Traditional Society: Modernizing the Middle East," that Muslim societies faced the stark choice of "Mecca or mechanization." At the least, such views suggested an intensely negative assessment of the possibilities of evolution in Muslim societies and an inherent preference for militantly secularising reformers such as Turkey's Mustafa Kemal Ataturk (1881-1938) and the Pahlavi Shahs of Iran, Reza Shah (1878-1944) and his son, Mohammed Reza Shah (1919-1980). The same views remained prevalent in the 1990s and have gained further momentum in the 21st century.

In such formulations, Islam is viewed as a particularly salient example of the diminishing or obstructive role of religion and of religious thinkers in achieving a modern society in which individuals negotiate lifestyle choices among a diversity of options not necessarily

ol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 31

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

افہام و تفہیم

☆ بدعت حسنہ اور صدقہ جاریہ میں کیا فرق ہے؟ ☆ کیا امام مہدی کی پیدائش ہو چکی ہے؟

☆ کیا اقامتِ دین کے لئے تبلیغی جماعت کا طریقہ کار سنت نبویؐ کے مطابق ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درس قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: بدعت حسنہ اور صدقہ جاریہ میں کیا فرق ہے؟

ج: دین کے اندر عبادات کے نظام میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کے حصول کی نیت سے کسی شے کا اضافہ کرنا' بدعت کہلاتا ہے۔ تاہم حضور اکرم ﷺ کا یہ قول ہر وقت ہمارے پیش نظر رہنا چاہئے کہ ''تم پر واجب ہے میری سنت کی پیروی اور میرے خلفاء راشدین کی پیروی''۔ لہٰذا اس حوالے سے دیکھا جائے تو صرف ایک عمل ہی کو بدعت حسنہ قرار دیا جا سکتا ہے اور وہ ہے نماز تراویح کا جماعت کے اہتمام کے ساتھ ادا کرنا' کیونکہ یہ عمل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود شروع کرایا تھا اور اسے ایک نئی اور اچھی بات ٹھہرایا تھا۔ یوں یہ ایک خاص معاملہ ہے اور اب کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسلام کی عبادات کے ذیل میں از خود کوئی نیا معمول شروع کر کے اسے بدعت حسنہ کا نام دے دے۔

جہاں تک صدقۂ جاریہ کا تعلق ہے' اس سے مراد کسی ایسے نیک کام کو سرانجام دینا ہے جس کا تسلسل بعد میں بھی جاری رہے نہ کہ کوئی شخص کسی عمل کو اپنی دانست میں اچھا سمجھ کر اسلام میں اس کا اضافہ کر دے۔ ایک حدیث کے مطابق جو شخص کسی نیک کام کو شروع کرتا ہے تو اس کا ثواب اسے اس وقت تک ملتا رہتا ہے جب تک وہ عمل جاری رہتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص مدرسہ قائم کر دے تو جب تک یہاں سے علم پھیلتا رہے گا' اس شخص کو ثواب پہنچتا رہے گا۔ اسی طرح پرانے زمانے میں کسی نے کنواں کھدوا دیا تو جب تک لوگ وہاں سے اپنی پیاس بجھاتے رہے ہیں' اس کا ثواب اس شخص کو پہنچتا رہا۔ اسی طرح انفرادی اور اجتماعی فلاح کے اور بھی بے شمار کام ہو سکتے ہیں۔

س: کیا یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ امام مہدی کی پیدائش ہو چکی ہے؟

ج: اس ضمن میں حتمی طور پر تو کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ گمان ہے کہ امام مہدی اس دنیا میں آ چکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حالات بڑی تیزی کے ساتھ اس رخ پر جا رہے ہیں جن کا تذکرہ ہمیں قرب قیامت کے احوال پر مشتمل بعض صحیح احادیث میں ملتا ہے۔ گویا ایک طرح سے ان تمام واقعات کے وقوع پذیر ہونے کے لئے سٹیج پوری طرح تیار ہو چکا ہے اور اب صرف کرداروں کے ظہور کا مرحلہ باقی ہے۔

اس گمان کو تقویت عالمی شہرت یافتہ خاتون منجم جین ڈکسن کے اس بیان سے بھی ملتی ہے کہ جس کے مطابق ۱۹۶۲ء میں عرب کے اندر ایک ایسے بچے کی پیدائش ہو چکی ہے جو اس علاقے کی تقدیر بدل دے گا۔ سری علوم (Occult Sciences) کے ماہرین کی کچھ باتیں بعض اوقات صحیح بھی ثابت ہو جاتی ہیں۔ تاہم میرے موقف کی بنیاد ہرگز جین ڈکسن کی پیشین گوئی نہیں بلکہ احادیث مبارکہ سے ملنے والے اشارات اور حالات حاضرہ کا مجموعہ مطالعہ ہے۔ ویسے بھی ہمارے دین کی تعلیم یہ ہے کہ ان سری اور ظنی علوم پر یقین نہ رکھا جائے۔

س: اقامت دین کے حوالے سے تبلیغی جماعت کے طریق کار کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے' کیونکہ وہ بھی سنت پر کاربند رہنے کے دعویدار ہیں؟

ج: تبلیغی جماعت کے کارکن بہت سے امور میں یقیناً سنت نبویؐ پر عمل پیرا ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ظاہری وضع قطع' لباس کی تراش خراش' محفل کی نشست و برخاست اور روزمرہ کے دیگر کئی معاملات میں وہ اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اکرم ﷺ کی زندگی کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ انہوں نے اللہ کے دین کو قائم اور غالب کرنے کے لئے جدوجہد کی۔ یوں تبلیغی جماعت اس سنت کی تارک نظر آتی ہے۔ اس کی ساری توانائیاں دین کی محض مذہبی سطح پر دعوت و تبلیغ پر مرکوز ہیں جس کے تحت وہ اسلام کی بعض بنیادی تعلیمات کو پھیلانے کا کام تو بڑے زور و شور سے کر رہی ہے لیکن اسے قائم کرنے کے لئے جو انقلابی جدوجہد درکار ہے' اس کی طرف ان کی توجہ نہیں ہے۔

قرآن کالج (الحاق شدہ)
آف آرٹس اینڈ سائنس
۱۹۱۔ اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور
I.C.S - I.Com - F.A - F.A (G. Science)
4 ستمبر تک داخلے جاری ہیں
ایک مکمل تعلیمی و تربیتی پروگرام
بہترین ماحول' بیرون شہر طلبہ کیلئے ہوسٹل کی سہولت
ایف اے اور آئی کام کیلئے کمپیوٹر کی بلا فیس ابتدائی تعلیم
میٹرک میں 650 سے زیادہ نمبر حاصل کرنے والے طلبہ کے لئے وظائف کی سہولت
معلومات اور پراسپکٹس کیلئے رابطہ
فون (پرنسپل): 5833637
نگران و سرپرست: ڈاکٹر اسرار احمد زیر انتظام: مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور